سلسلہ
صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب:

منظور احسن انصاری

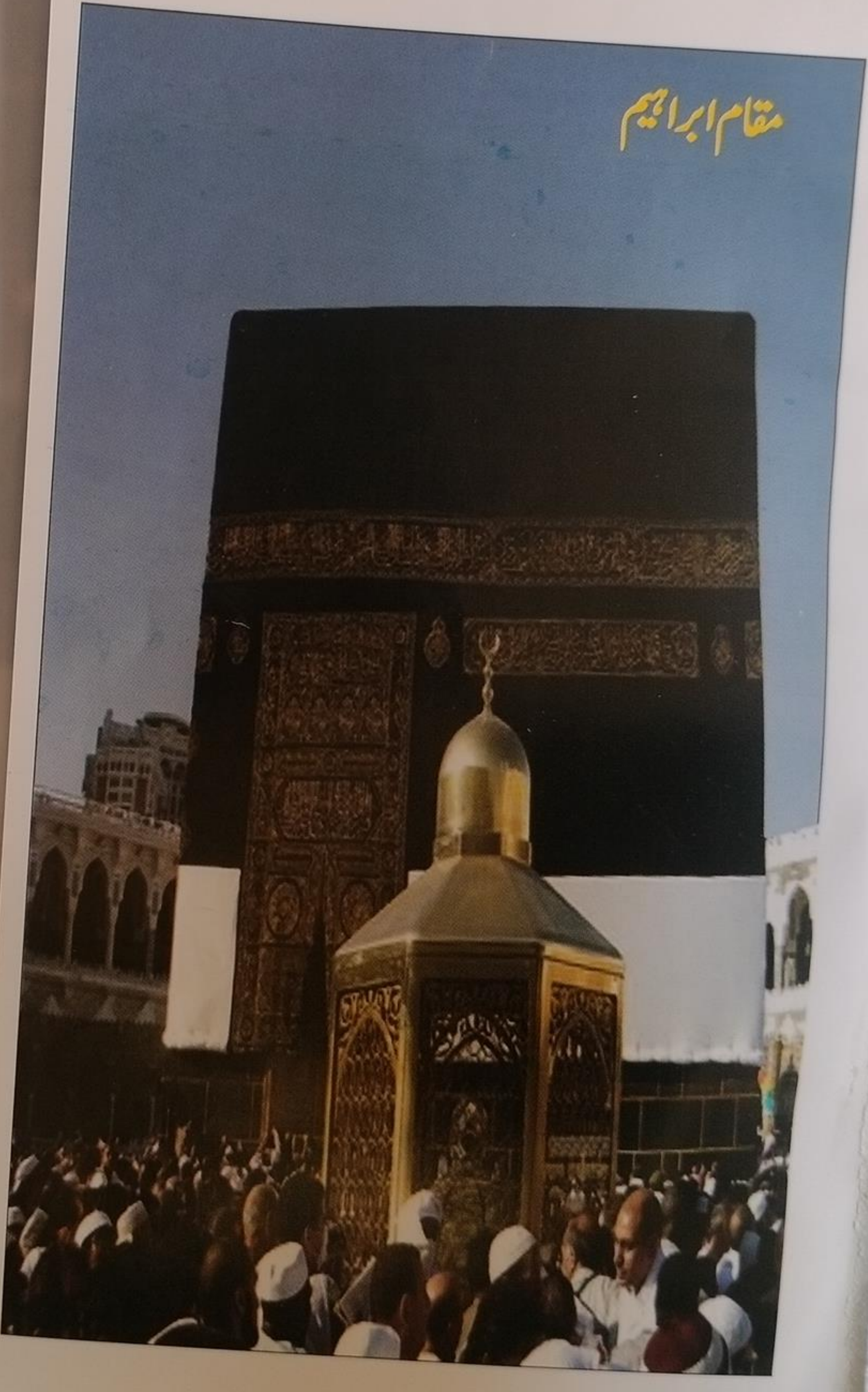
مقام ابراہیم

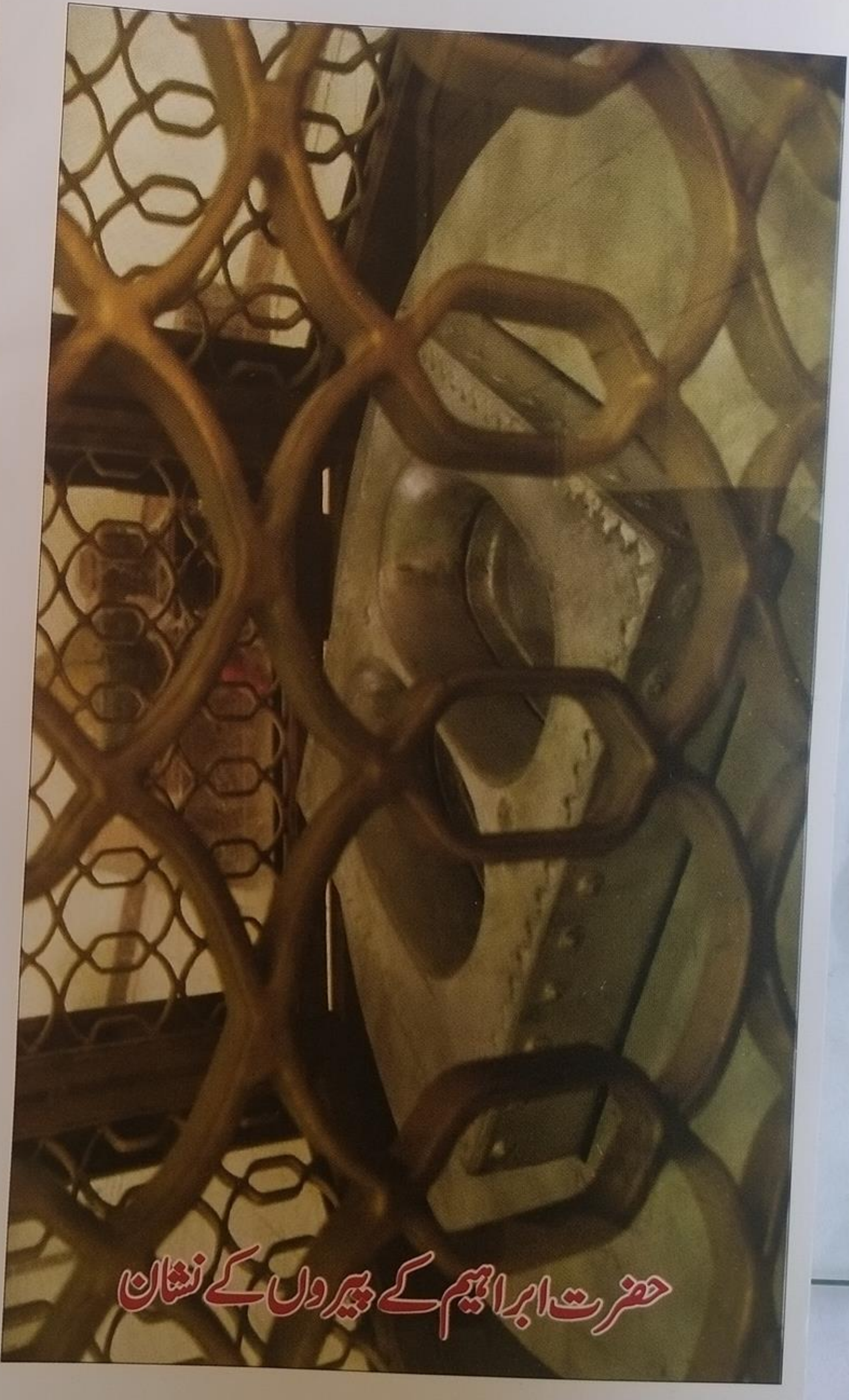

حضرت ابراہیم کے پیروں کے نشان

سلسلۂ صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب:

منظور احسن انصاری

منجانب
آپ کی دعاؤں کا متمنی
منظور احسن انصاری

چونکہ مرتب کتاب کا مقصد تبلیغ دین ہے
اس لئے جو حضرات چاہیں تو اسے
چھپوا کر فی سبیل اللہ تقسیم کر سکتے ہیں
منظور احسن انصاری

{تفصیلات}

کتاب : سلسلۂ صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب : منظور احسن انصاری

تعداد : ۵۰۰

سن اشاعت : مارچ ۲۰۱۷ جمادی الآخر ۱۴۳۸

کمپوزنگ : محمد مزمل (ڈزائن)

(0) 9681618158

رابطۂ مرتب

Permanent Address:-

MANZOOR AHSAN ANSARI
At & P.O. Bharthouli Sharif (Via Jamhore)
Dist.: Aurangabad, Pin: 824121 (Bihar)

Settled at:-

MANZOOR AHSAN ANSARI
Merlin Regency
Flat No. 7D, T - 2
25, Dr. Suresh Sarkar Road,
Kolkata - 700 014 (W.B.)
E-mail: ma44ansari@gmail.com

{فہرست مضامین}

1	حرف اول	6
2	حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے ایک شہر	7
3	علم یقین کی دولت	8
4	اقتدار وقت سے فیصلہ کن تصادم	10
5	ہجرت اشاعت حق کے لئے پہلا قدم	11
6	دعوت کے نئے مرکز کی تلاش	13
7	حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ	15
8	حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی	16
9	عالمی امامت کا عطیہ	21
10	تقویٰ	23
11	نسل ابراہیم سے تعلق رکھنے والے انبیاء	24
12	محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علٰحدہ ذکر کرنے کی حکمت	25
13	اولاد ابراہیم علیہ السلام کی صفات	26
14	کتاب حکمت کی نوازش	27
15	یہود۔ اقتدار مصر سے قیام اسرائیل تک	28
16	مسجد اقصیٰ	30
17	بحر مردار	39
18	شام، بیت المقدس اور فلسطین	40
19	شام۔ فلسطین اور بیت المقدس کی فضیلت	43

20	سرزمین فلسطین اور انبیاء	45
21	مسجد اقصیٰ کے فضائل	47
22	تحویل قبلہ	48
23	صلاح الدین ایوبیؒ اور فتح بیت المقدس	51
24	ایک یادگار خطبہ	52
25	حضرت ابراہیم علیہ السلام	54
26	صالحین کے لئے خوشخبری.	59
27	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش	60
28	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مکہ میں آباد کیا جانا	61
29	فضیلت ابراہیم علیہ السلام	65
30	1۔ دنیا میں ممتاز اور منتخب افراد:	65
31	2۔ کتاب وحکمت کی نوازش:	66
32	ابراہیم ث کی پیروی کے سب سے زیادہ حقدار	68
33	امت مسلمہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت	70
34	نعت حج	73
35	حج کے ترتیب	75
36	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کردہ ترتیب حج	78
37	ابو الانبیاء جد المصطفیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام	79
38	سیدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کا آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ	82
39	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا وصال	83

40	مکہ مکرمہ	84
41	مکہ مکرمہ اور میقات کا درمیانی فاصلہ تقریباً	85
42	کعبہ شریف کے تعمیر کنندگان	86
43	کعبہ کی عمارت	86
44	سیدنا آدم علیہ السلام کی تعمیر	87
45	کعبۃ اللہ کی فضلیت	88
46	ذوالقرنین کا ایمان قبول کرنا	89
47	مسعیٰ (صفاومروہ)	89
48	مسجد حرام (مسجد کعبۃ اللہ)	90
49	کعبہ	91
50	عرب اور پوری دنیا میں کعبہ کی حیثیت	92
51	عہد جاہلیت میں کعبہ کی برکات	97
52	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد خانہ کی تولیت	98
53	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسبت نامہ اور قبائل عرب سے آپکا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ	98
54	قریش	99
55	ہاشم	100
56	قریش کی تجارت اور انکی ترقی	101
57	عبدالمطلب بن ہاشم	102
58	عبدالمطلب کا زم زم کو از سر نو برآمد کرنا	103
59	عبداللہ بن عبدالمطلب	104

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

سلسلۂ صلی اللہ علیہ وسلم دراصل مرتب کتاب کی پہلی کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی سلسلہ ہے جسے قرآن اور حدیث کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سلسلۂ الذہب کی کڑی ہیں تو حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔

مرتب کتاب کا مقصد محض عام لوگوں تک مختصر سادہ اور واضح الفاظ میں معلومات فراہم کرنا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ شائقین اور قارئین کو اس کتاب کے ذریعے ایمان و توحید کی روشنی دکھائے۔ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جنت تک جانے کی رہنمائی کرے آمین ثم آمین۔

ایمان کسی تقلیدی عقیدہ کا نام نہیں۔ ایمان ایک زندہ شعور کا نام ہے ایمان کے لفظی معنی اقرار کے ہیں۔ آدمی جب اللہ کو اسکی تمام صفات کمال کے ساتھ مانے اور اسکی تمام باتوں (یعنی وحی، آخرت، ملائکہ وغیرہ)۔ پر کامل یقین کر کے انکی تصدیق کرے وہ اللہ کے فیصلوں پر پوری طرح راضی و مطمئن ہو جائے تو اس کا نام ایمان ہے۔ ایمان ایک بھونچال ہے جو خدا کے معرفت سے آدمی کے اندر ابل پڑتا ہے۔ ایمان ایک دریا ہے جو خدا کے فیضان کو پا کر۔ آدمی کے دل و دماغ پر جاری ہو جاتا ہے۔ ایمان خدا کو پالینا ہے اور خدا کو پانا سب کچھ پالینا ہے۔

یہ حقیر کوشش اسلیئے کی گئی ہے کہ قارئین اس میں دلوں کی حرارت، جذبہ قربانی کی فراوانی اور ایمان کی تابناکی پا سکیں اور اپنی عظمتِ گم شدہ کو پھر سے حاصل کرنے کی جستجو کر سکیں۔

منظور احسن انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابراہیمؑ عراق کے ایک شہر "اُر" کے ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جو نا صرف شرک و بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا بلکہ اسکو مشرکین کی سربراہی اور سرپرستی بھی حاصل تھی۔ انکا والد "آزر" نا صرف بت پرست تھا بلکہ بت پرستوں کا سردار اور مہنت بھی تھا۔ انکے علیہ السلام والد کی اس حیثیت کو "قران مجید اس طرح بیان کرتا ہے۔

"وَاِذْقَالَ اِبراھِیمُ لِابِیہِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَاماً اٰلِھَۃً اِنِّیٓ اَرٰاکَ وَقَومَکَ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (سورۃ الانعام، آیۃ 74 or 76)

یعنی "اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تونے بتوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے بیشک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں"

ان کی قوم ہر طرح کے شرک، شاہ پرستی، کواکب پرستی، اور خصوصاً بت پرستی میں پوری طرح غرق تھی اس قوم کو بت پرستی کا نا صرف اقرار تھا بلکہ وہ اس پر فخر بھی کرتی تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع سے ہی ایسی فطرت سلیم عطا فرمائی کہ وہ ہر قسم کے شرک سے بیزار تھے۔ یہ فطرت سلیم کیوں نا عطا فرمائی جاتی جبکہ انہیں دنیا کا امام و پیشوا بنانا تھا۔ یوں بھی اللہ کی سنت ہے کہ وہ جن حضرات کو نبوت عطا کرتا ہے۔ انکی یوم پیدائش سے لیکر یوم وفات تک نگرانی و حفاظت کرتا ہے اور انہیں بالکل معصوم بناتا ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کرنے سے پہلے انکی پیدائش سے لیکر

دربار فرعون میں آمد تک ہر لحہ نگرانی وحفاظت فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت سے پہلے ہی بچپن سے لیکر عالم شباب تک قدم قدم پر حفاظت فرماتے ہوئے تخت مصر پر بیٹھا دیا۔ بھائیوں کی حسد اور ارادۂ قتل ۔ بیگمات کی بری نظر کوئی بھی چیز انکا راستہ نہ روک سکی اور نہ انکی قدم کو ڈگمگا سکی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچپن سے ہی ایسی نگہداشت فرمائی کہ آپ کبھی بت پرستی کی طرف مائل نہ ہوئے۔

علم یقین کی دولت

خود اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب وہ اپنے کسی بندے کو مقام نبوت سے سرفراز فرماتا ہے اور اس کو کسی بڑی مہم پر روانہ کرتا ہے تو اپنے اس نبی کو علم ویقین عطا فرماتا ہے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی دربار کی جانب روانہ کیا تو دولتِ یقین سے مالامال کرنے کیلئے شرف ہم کلامی سے نوازا اور طرح طرح کی عنایتیں اور تجلیات انوار کا مشاہدہ کرایا۔

اسی طرح نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب مدینہ طیبہ کو ہجرت کرنے اور ایک نئ اسلامی حکومت قائم کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی ساتھ مشاہدۂ معراج بھی عطا فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی جو مہم درپیش تھی وہ بھی نہایت عظیم الشان تھی انہیں اپنی پوری قوم سے پوری شدت سے لڑنا تھا۔ دنیا کی عظیم بت خانے میں آوازِ حق بلند کرنی تھی۔ اقتدار نمرود سے پنجہ آزمائش کرنی تھی اگر اس موقع پر انہیں مکمل یقین حاصل نا ہوتا تو ان بڑے بڑے آزمائشوں میں کیسے ثابت قدم رہ سکتے تھے۔ چنانچہ

اس علم یقین کو حاصل کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ط

"اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا"

اللہ تعالیٰ نے انکی علیہ السلام اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور ارشاد فرمایا

"قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ

(سورۃ بقرہ 260)

"فرمایا اچھا تو چار پرندے لے اور انکو اپنے سے مانوس کرے پھر انکا ایک ایک جز ایک ایک پہاڑ پر رکھ دے۔ پھر انکو پکار وہ تیرے پاس دوڑے آئیں گے۔ خوب جان لے اللہ نہایت با اقتدار اور حکیم ہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور اپنی آنکھوں سے بعثت بعد الموت کو دیکھ لیا۔ اب وہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس علم یقین سے سرشار تھے جو کار نبوت کے لئے درکار ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کئی باتیں واضح انداز میں بیان کیں۔ وہ حسب ذیل ہیں.

ا۔ایک یہ کہ اس زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہی اس بات کے لائق ہے کہ اس سے رجوع کیا جائے اور پوری طرح اسی کا ہو رہا جائے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ یہ تمہارے خدا۔ چاند، تارے اور سورج خالق ارض کا نہیں بلکہ صرف وہ خدا ہے جسے میں مانتا ہوں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اس عقیدے میں کوئی شک یا مصلحت نہیں بلکہ میں نے یکسو ہو کر

اس خدا کا دامن تھاما ہے اور میرے دل میں اسکے سوا کوئی اور نہیں بستا ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ یہ مشرک ایک علیحدہ قوم ہے اور میں ایک دوسری ہی قوم ہوں۔

اقتدار وقت سے فیصلہ کن تصادم

یہ حکومت کا نشہ طاقت کا زور اور قوت کا گھمنڈ ہوتا ہی ایسا ہے کہ بڑے بڑوں کا دماغ خراب کر دیتا ہے اب اگر نمرود اقتدار اعلیٰ کا دماغ خراب ہو گیا تو کون سی نئی بات ہوئی۔ نمرود نے بڑے فخر سے اور بڑے گھمنڈ سے کہا کہ اس ملک کا رب تو میں ہوں یہاں میرا حکم چلتا ہے میرا اقتدار ہے۔ لوگوں کی قسمت کا میں مالک ہوں۔ ان سے جس طرح چاہوں میں فیصلے کر سکتا ہوں۔ تم یہ کون سا رب لے آئے جو مجھ پر بھی حکمرانی کرے گا اور جسے تم رب العالمین کہتے ہو۔ رب تو وہ ہے جسکا لوگ حکم مانیں جس سے لوگ خوف کھائیں جو سب پر حکمراں ہو۔ جو سب پر حاوی ہو اور کوئی اس سے سوال تک نا کر سکے۔ یہ سب خوبیاں اور حیثیتیں تو مجھے حاصل ہیں پھر کسی نئے رب کی کہاں گنجائش ہے۔

چنانچہ یہ سب نمرود کی باتیں سن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے سکون و اطمینان سے جواب دیا۔

وَاِذْقَالَ اِبراھیمُ رَبِّیَ الَّذِی یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (سورۃ البقرۃ، آیۃ ۲۵۸)

"جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے"

اس پر نمرود نے جواب دیا کہ زندگی موت بھی میرے اختیار میں ہے۔

لیکن ابراہیم علیہ السلام تو وحی کی روشنی میں گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا۔

قَالَ اِبراھیمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاتِی بِالشَّمسِ مِنَ المَشرِقِ فَأتِ بِھَا مِنَ المَغرِبِ

(سورۃ البقرۃ، آیۃ ۲۵۸)

"ابراہیم علیہ السلام بولے اچھا اللہ تو سورج مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال کر دکھا۔"

یہ ایسا سوال تھا ایک ایسی دلیل تھی جس سے نمرود بے بس ہو گیا اور اسی جھنجھلاہٹ میں نمرود نے فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ دہکتی آگ میں جلا دیا جائے۔"

لہٰذا آگ کا ایک بڑا خندق تیار کیا گیا اور جب آگ خوب تیزی سے دہکنے لگی تو اس آگ کی خندق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھینکوا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو مومن کے لئے ایک عظیم قربانی قرار دیا۔

فَاَنجٰہُ اللّٰہ مِنَ النَّارِ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِقَومٍ یُؤمِنُونَ (سورۃ العنکبوت، آیۃ ۲۴)

"آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے بچا لیا یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لانے والے ہیں۔"

ہجرت اشاعت حق کے لئے پہلا قدم

جس عظیم شخص کیلئے آگ کا بستر پھولوں کا سیج بن جائے اس سے لڑنا اور اسکا

مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں برسر اقتدار وقت نمرود اور اسکے عوام نے جس طرح کی منہ کھائی تھی اس نے مخالفین کی کمر توڑ دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش سے جس طرح سرخ رو ہو کر نکلے اس سے نا صرف انکے علیہ السلام وقار میں عظیم اضافہ ہوا نہ انکی دعوت کی حقانیت دن کی روشنی میں ثابت ہوئی بلکہ نا معلوم کتنے دلوں کو انکی دعوت کے لئے نرم کر دیا لیکن اس اقتدارِ وقت نمرود کے خوف و ڈر سے اظہار ایمان نا کر سکے۔ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ اس کھلی شکست پر سرکار اور عوام دونوں ہی غیظ و غضب میں ڈوبے ہوئے ہیں ایسے خطرناک موقع پر فریق مقابل کی دعوت پر لبیک کہنا اسکے اقرار کا اعلان کرنا بڑی ہمت، جرأت اور بڑے دل گردے کا کام تھا جو ظاہر ہے ہر ایسے موقع پر ہر ایک کے بس میں نہیں ہوتا لیکن خدا کی زمین ایسے شیر دل حضرات سے کبھی بالکل ہی خالی نہیں رہی ہے۔ اس خطرناک اور دہشت ناک موقع پر حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آگے بڑھے اور اپنے ایمان کا اور اپنی وابستگی کا اظہار کیا۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّىْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّىْ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(سورۃ العنکبوت، آیۃ ۲۶)

"پس لوگ انکے ہمنوا ہوئے"

اسکے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ اب اس سرزمین کو خیرباد کہیں اور ہجرت کر کے دعوت کے لئے کوئی نئی جگہ تلاش کریں۔

اپنے گھر اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے ملک کو کون شخص بخوشی چھوڑتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی یہ فیصلہ بڑے کرب و اضطراب میں کرنا پڑا لیکن ایک داعی حق اور مومن و مسلم بندہ کے لئے سب سے عزیز اسکی دعوت ہوتی ہے اسکے لئے جو بھی

قربانی دینا پڑے وہ دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی مقصد اور اپنی دعوت کی بقا کے لئے ہر چیز کو قربانی کر کے گھر سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹھیک ایسی ہی کیفیت نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دو چار ہونا پڑا جب اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹھکرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور کر دیا کہ اپنی دعوت کے لئے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں حرم پاک کی سرزمین کو مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔

"اے مکہ تو مجھے سارے جہاں سے عزیز ہے لیکن تیرے مکین مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے"

غرض حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت فیصلہ کرنے کے بعد اپنے سنگ دل باپ کو پھر سے سمجھانے کی آخری یہ کوشش جہاں ایک خیر خواہ بیٹے کی کوشش تھی وہیں ایک صاحب دعوت نبی کا فریضہ بھی تھی۔ اسلیے اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا

(سورۃ مریم، آیۃ ۴۱)

یعنی "اور اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرو۔ بے شک وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبی تھا۔"

دعوت کے نئے مرکز کی تلاش

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام سرزمین عراق کو چھوڑ کر وحی الٰہی کے اشارہ کے

مطابق اردن، شام اور فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔(دیکھئے سورہ الانبیا ۷۱)
ساتھ میں صرف دو عزیز ساتھی میسر آئے ایک آپ علیہ السلام کے نوجوان مومن بھتیجہ حضرت لوط علیہ السلام اور دوسرے آپؑ کی رفیقہ حیات آپکیؑ اہلیہ حضرت سارہ۔ کچھ عرصہ وہاں یعنی اردن، شام اور فلسطین میں رہنے کے بعد مصر تشریف لے گئے۔

صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق ایک روز شاہ مصر نے جبکہ حضرت ابراہیمؑ اور انکی بیوی حضرت سارہ مصر میں تھے حضرت سارہ کو بلوایا اور بری نیت سے انکی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس بادشاہ مصر کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اس پر شاہ مصر نے حضرت سارہ سے درخواست کی کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ اسکا ہاتھ ٹھیک ہو جائے وہ انہیں اور نقصان نہیں پہنچائے گا اس پر حضرت سارہ نے اللہ سے دعا فرمائی اور اس طرح شاہ مصر کا ہاتھ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

اسکے بعد شاہ مصر نے ہاتھ ٹھیک ہو جانے کے بعد پھر بری نظر اور بری نیت سے حضرت سارہ کے طرف ہاتھ بڑھایا تو پھر دوبارہ اسکا یعنی شاہ مصر کا ہاتھ پہلے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اسکا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ تو پھر شاہ مصر نے حضرت سارہ سے معزور ہو کر حضرت سارہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی اس شرط پر کہ وہ اب انکو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس شرط کے بعد حضرت سارہ نے پھر اللہ سے دعا کی اور پھر شاہ مصر کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا اسکے بعد شاہ مصر نے اپنے درباریوں کو بلا کر انہیں ڈانٹا اور پھٹکار لگائی اور پھر شاہ مصر نے حضرت سارہ کو انکی خدمت کے لئے ایک مصری باندی حضرت ہاجرہ کو بطور تحفہ پیش کیا اور اسطرح حضرت سارہ حضرت ہاجرہ کو لیکر حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں اور انکو سارہ ماجرہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ شاہ مصر نے ہمیں ایک مصری باندی حضرت ہاجرہ کو بطور تحفہ دیا ہے۔

حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ

الف حضرت سارہ:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی اہلیہ اور حضرت اسحٰق کی ماں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی دادی

☆ روئے زمین کی حسین ترین اور غیر تمند خاتون

☆ بانجھ تھیں۔۔۔۔اور پھر انہوں نے وہ بشارت سنی جو فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو دی تھیں نیک صالح اولاد کی۔

☆ مومن، متقی۔اللہ نے شاہ مصر کے شر سے انکی حفاظت فرمائی۔

☆ اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمابردار اور ان سے شدید محبت کرنے والی بیوی۔

ب حضرت ہاجرہ:

☆ مصری تھیں شاہ مصر نے حضرت سارہ کی خدمت کے لئے انہیں ہدیہ کے طور پر پیش کیا تھا۔

☆ مومن، متقی، عبادت گذار، راضی، بارضا رہنے والی خاتون تھیں جنکا دل یاد خدا سے معمور رہتا تھا۔

☆ حضرت سارہ نے انہیں اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے دیا تھا اور اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انکی شادی کروادی تھی۔تو ان سے ایک نیک صالح فرزند حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے۔

☆ اپنے شوہر کی اطاعت گزار بیوی جو اطاعت خدا میں اپنے شوہر کی معاون و مددگار تھیں۔

حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی

حضرت سارہ جنہیں ملائکہ کرام کے ساتھ گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوا اور ملائکہ کرام نے ان سے گفتگو فرمائی اور خوشخبری سنائی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو انکی پہلی بیوی حضرت سارہ کے ذریعہ آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائی اور ان پر اپنا فضل فرمایا کہ انہیں انبیاء کرام کی پوری نسل عطا کی اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست اپنا خلیل قرار دیا اور انہیں خلیل کا لقب دیا اور قرآن کریم میں جگہ جگہ انکی تعریف بیان فرمائی اور ان سب کے علاوہ بے پناہ خصوصیتوں سے نوازہ اور قرآن کریم کی ایک پوری سورت انکے نام موسوم کیا ''سورہ ابراہیم''

حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ مصر سے فلسطین آ گئیں۔ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کی خلوص دل سے خدمت کیا کرتی تھیں۔ یہ سب لوگ بیت المقدس میں رہنے لگے۔ بیت المقدس وہ سرزمین جسکو اور اسکے اردگرد علاقوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑا بابرکت بنایا تھا اور اسی طرح دن پر دان اور سال پر سال بیتتے گئے اور حضرت سارہ بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو گئیں سر کے بالوں پر سفیدی غالب آ گئی اور جسم ناتواں اور کمزور ہوتا چلا گیا۔ انکے شوہر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام جو اُن سے چند سال ہی بڑے تھے وہ بھی بزرگی کی حدود میں داخل ہو گئے۔ حضرت سارہ اپنی اور اپنے شوہر کی تنہائی کے بارے میں سوچتی تو انہیں اپنی اور اپنے شوہر کی حالت پر رحم آتا۔ اکثر اپنے آپ سے کہتیں کہ کاش ہمارا کوئی بیٹا ہوتا جو ہماری آنکھوں کا ٹھنڈک ہوتا۔

ایک روز اپنے پروردگار کے ذکرو تسبیح میں حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ کا خیال آیا۔

وہ مصری خاتون حضرت ہاجرہ جواُن کے ساتھ ہی رہ رہی تھیں اور انکی اور انکے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت بہت بردباری سے کر رہی تھیں اور حضرت ہاجرہ بھی دعوت ابراہیمؑ پر ایمان لاکر اپنے آپ کو زمین و آسمان کے خالق اللہ عزوجل کے حوالے کر چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور انسیت کا تعلق قائم کر کے صبح شام۔ دن اور رات ذکرو تسبیح میں مصروف رہا کرتی تھیں وہ واقعی ایک با ایمان خاتون تھیں اللہ ان سے راضی تھا اور وہ بھی اپنے پروردگار سے خوش تھیں۔ حکمت الٰہی کا تقاضہ یہ ہوا کہ ان کا ذکر اپنی خوبیوں کے ساتھ تا قیامت تک تروتازہ رہے اور اسطرح اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت سارہ کے دل میں ڈالا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بی بی ہاجرہ کا نکاح کروادیں اور اسطرح حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ بی بی کو سونپ دیا اور اسطرح حضرت ابراہیمؑ سے حضرت ہاجرہ کا نکاح کروادی اور اسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور بی بی ہاجرہ کے ہاں ایک خوش اطوار اور خوبصورت بچہ پیدا ہوا جسکا نام اسماعیل رکھا گیا۔

اب وہ وقت آگیا تھا آپ علیہ السلام کے اس طویل سفر کا پہلا مرحلہ ختم ہوا۔ آپ علیہ السلام مشیعت خداوندی اور وحی الٰہی کی روشنی میں اپنے اہل وعیال کو لیکر سوئے حجاز روانہ ہوئے راستے میں سرزمین کنعان میں کچھ عرصہ قیام کیا جہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے یہ اس دعائے خلیل کی قبولیت کی واضح نشانی تھی۔ جو آپ علیہ السلام نے عراق سے روانہ ہوتے ہوئے کی تھی۔

"رَبِّ هَبْ لِى مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (سورۃ الصٰفٰت. آیۃ ۱۰۰)

''اے میرے رب مجھے صالح اولاد عنایت فرما''

تاریخ و بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آپکی علیہ السلام عمر تقریباً ۸۶ سال کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے اور انہیں اللہ کے غضب اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا شدید ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اسکی حکم کی تعمیل کرو۔ لیکن انکی علیہ السلام قوم نے انکی علیہ السلام باتوں سے انکار کیا۔ مذاق اڑایا اور رتمسخرانہ انداز میں کہا۔

''اگر اتنے ہی پہنچے ہوئے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب نازل کر کے دکھاؤ''

اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری سنائی۔

"قَالُوْ لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْم"

(سورۃ الزاریات، آیۃ ۲۸)

''انہوں نے کہا خوف نا کیجئے اور انکو ایک دانشمند لڑکے کی بشارت دی''

خوشخبری حضرت اسحٰق کے بارے میں جو انکی یعنی انکی اہلیہ حضرت سارہ جو کہ بانجھ تھیں اور ضعیف کے بطن سے وجود میں آنے والے تھے۔ پھر فرشتوں نے بتایا کہ وہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ایک مہم پر روانہ کئے گئے ہیں اور اس مہم کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی ایک فاسق اور فاجر قوم کو برباد و نیست و نابود کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر پکی ہوئی ٹھیکری کے نشان زدہ پتھروں کی بارش

کی جا سکے اور ان کی قوم کو برباد کیا جا سکے اور پھر اسکے بعد فرشتوں نے انہیں ؑ کو حضرت اسحٰق علیہ السلام اور اسکے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی جیسا کہ ارشاد باری تعالٰی ہے۔

"فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ"

(سورۃ ھود، آیۃ ۷۱)

"تو ہم نے اسکو اسحٰق اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی"

اسکے بعد ملائکہ کرام اپنی مہم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قوم لوط کی طرف روانہ ہو گئے اور اسطرح حکم خداوندی پورا ہو کر رہا۔ ظالم لوگوں کی بستی عاد و ثمود اور قوم نوح کی طرح عبرت کا نشان بن کر رہ گئی۔

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ مفصل حالات حضرت ابراہیم ؑ کے ملتے ہیں۔ آپکی ؑ بچپن کی آپ علیہ السلام کی جوانی۔ آپ ؑ کی دعوت۔ آپکی علیہ السلام آزمائش و قربانی اور آپ علیہ السلام کی اولاد کے متعلق جا بجا اور بار بار مجمل و مفصل واقعات سامنے آتے ہیں آپکی علیہ السلام زندگی کے پُرعزیمت ابواب کو بار بار اسوۂ حسنہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

یہ بات تاریخی طور پر بالکل مسلم ہے کہ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل انکے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چلی ہے اور بنی اسماعیل کہلاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے نمرود خاندان کے دارالسلطنت کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابراہیم ؑ نے جب اس قوم میں شرک کی مخالفت کی اور دعوت توحید کا آغاز کیا تو ملک کی حکومت۔ انکا اپنا خاندان حتیٰ کہ انکا باپ انکا دشمن ہو گیا۔ آخر کار شاہ

وقت نمرود نے آپ علیہ السلام کو زندہ جلانے کے لئے آگ کی بھٹی میں پھینک دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے لئے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور آپؑ اس آگ کی بھٹی سے زندہ وسلامت نکل آئے یہ قصہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہے۔

ملاحظہ ہو: سورۃ انبیا 69-68، سورۃ العنکبوت 24، سورۃ الصّٰفّٰت 98-97

اسکے بعد آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنا وطن چھوڑ کر سرزمین شام و فلسطین کی طرف ہجرت کر گئے اس ہجرت میں آپ علیہ السلام کے ساتھ آپکا بھتیجا حضرت لوط علیہ السلام اور آپکی اہلیہ حضرت سارہ نے آخری دم تک ساتھ دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لئے مقرر کیا انہوں نے پہلے خود عراق سے مصر تک اور شام اور فلسطین سے ریگستان عرب کے مختلف گوشوں تک گشت لگا کر اللہ کی اطاعت اور فرمابرداری کی پھر اپنے اس مشن کی اشاعت کے لئے مختلف علاقوں میں خلیفہ مقرر کئے۔ مشرق اردن میں اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو۔ شام و فلسطین میں اپنے چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کو اور اندرونی عرب میں اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو مامور کیا۔ پھر اللہ کے حکم سے مکہ میں حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ ملکر وہ گھر تعمیر کیا جسکا نام کعبہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حکم سے وہ (کعبہ) مشن مرکز قرار پایا۔ حضرت اسحٰق کی اولاد جن میں حضرت یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان، حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بہت سے انبیاء پیدا ہوئے حضرت یعقوب کا نام چونکہ اسرائیل تھا۔ اسی لئے یہ نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی شاخ میں جب پستی اور تنزلی کا دور آیا تو پہلے یہودیت اور پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل کام اللہ کی طرف بلانا اور اللہ کی طرف سے آئی

ہوئی ہدایت کے مطابق انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا نظام درست کرنا تھا۔ وہ خود اللہ کے مطیع تھے اللہ کے دیئے ہوئے مسلم کی پیروی کرتے تھے دنیاں میں اس علم کو پھیلاتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ سب انسان مالک کائنات کا مطیع ہو کر رہیں یہی خدمت تھی جسکے لئے وہ دنیا کے امام و پیشوا بنائے گئے۔ انکے بعد یہ امامت کا منصب انکی نسل کی اس شاخ کو ملا جو حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے چلی اور بنی اسرائیل کہلائی اسی میں بہت سارے انبیا پیدا ہوئے اسی کو راہ راست کا علم دیا گیا اور اسی کے سپرد یہ خدمت دی گئی کہ اس راہ راست کی طرف اقوام عالم کی رہنمائی کرے اور یہی وہ نعمت تھی جسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اسی نسل کے لوگوں کو یاد دلایا۔

اسی شاخ کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بیت المقدس کو اپنا مرکز قرار دیا۔ اسلئے جب تک یہ شاخ امامت کے منصب پر فائز رہی بیت المقدس ہی دعوت اللہ کا مرکز اور خدا پرستوں کا قبلہ رہا۔

اولاد ابراہیم علیہ السلام کی دوسری شاخ بنی اسرائیل میں جو دوسرے عیوب پیدا ہوئے ان میں سے ایک عیب یہ بھی تھا کہ وہ تاریخ کو مسخ کر کے ہر فخر کو اپنے لئے مخصوص کرنے لگے۔ اور بہت ساری من گھڑت باتیں اپنے لئے منسوب کرلیں۔

عالمی امامت کا عطیہ

ذی ہوشی سے بڑھاپے کی اس منزل تک حضرت ابراہیمؑ نے جو قربانیاں دی تھیں وہ انکی استطاعت، عزیمت، مقصد اللہ تعالیٰ کے سامنے کامل سپردگی اور اطاعت فرمانبرداری، اخلاق وحقیقت کی منہ بولتی تصویریں تھیں اور اس بات کا مکمل ثبوت تھیں

کہ عالمی امامت کے لئے جس سیرت وکردار کا حامل شخصیت کی ضرورت ہے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام میں رچی بسی ہوئی تھیں۔

(1) ایک ایسی قوم کے درمیان جو شرک میں پوری طرح ڈوبی ہوئی تھی۔ کٹر، ضدی، متعصب تھی ایسے حالات میں تن تنہا اللہ کا کلمہ بلند کیا اور خدائے واحد کی بندگی کی طرف دعوت دی اور ایسے قوم سے بامردی سے مقابلہ کیا۔

(2) آپ علیہ السلام نے ایک ظالم، جابر اور بھپھرے ہوئے اقتدار کے مقابلے میں جس استقامت اور ہمت کا ثبوت دیا اسکی تاریخ انسانی میں ثبوت نہیں ملتا۔ آپؑ نے جلتی ہوئی آگ میں کود جانا پسند کیا لیکن اپنی دعوت سے دست بردار ہونا یا کچھ کمی بیشی کرنا گوارا نہ کیا۔

(3) اپنے خدا کے حکم کے تحت اپنے مشن کی خاطر گھر بار خاندان، قوم، ملک، وطن چھوڑنا گوارا کیا لیکن دعوت اور نصب العین کو ترک کرنا قبول نہ کیا۔

(4) محض خدا کے فرمان کو پورا کرنے اور رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی محبوب بیوی اور بڑھاپے کی آخری امید اپنے اکلوتے بیٹے کو ایک سنسان اور غیر آباد جگہ میں چھوڑ کر اپنی اخلاص مندی واطاعت کا ناقابل تردید ثبوت پیش کیا۔

(5) اور ان سب کے بعد ارشاد الٰہی پاتے ہی اپنے لخت جگر آرزوؤں اور امیدوں کے مرکز بقائے نسل کی واحد نشانی کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا ایسا عظیم مظاہرہ پیش کیا جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قدردانی کے طور پر اعلان فرمایا۔

"وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبراھیمَ رَبُّہٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (سورۃ البقرۃ 124)

''یاد کرو جب کہ ابراہیمؑ کو اسکے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا'' میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں'' اسطرح ابراہیمؑ مسند امام پر فائز ہو گئے۔

(6) اللہ تعالیٰ کے ہاں۔حسب، نسب، خاندان، قبیلہ کی کوئی حقیقت نہیں۔نا کوئی باپ اپنے بیٹے کا کام آسکتا ہے۔جیسے کہ نوحؑ اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے والد کے کام آسکتا ہے۔جیسے کہ ابراہیمؑ۔

(7) امامت عالم کسی شخص کو وراثت کی بنیاد پر نہیں دی جاتی بلکہ خالص ذاتی اوصاف کی بنا پر عطا کی جاتی ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے جتنے انعام و اکرام عطا کرنے کے وعدے کئے ہیں وہ سب مومنین، محسنین اور صالحین کے لئے ہیں۔

تقویٰ

تمام نیک کاموں کی اصل بنیاد تقویٰ ہے اگر تقویٰ نہ ہو تو تمام کاموں کی ظاہری شکل رسم و رواج سے زیادہ کچھ نہیں۔تقویٰ جسم کی روح کے مانند ہے اور تمام کاموں کی ظاہری شکلیں لباس کی مانند ہیں۔ایک جسم کو ایسا کتنے ہی اچھے اچھے کپڑے پہنا دیں لیکن اگر اس میں روح نہیں تو ایک لاش ہی ہے جو جلد ہی سڑ گل جائے گی۔

دراصل تقویٰ خدا کا خوف ہے جو ایک مومن کے رگ و پے جاری و ساری رہتا ہے۔ایک ایک قدم پر اور ایک ایک حرکت پر یہ نظر رکھنا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کے مطابق ہے یا نہیں۔اپنے ہر کام میں مسئولیت کا اہتمام کہ ان تمام

کاموں پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے اور پھر اللہ کے خوف سے تمام غلط کاموں سے دست بردار ہو جانا اور نیک اعمال کو اختیار کرنا چاہے اسکا نتیجہ فوراً ظاہر ہو یا نہ ہو وہی تقویٰ ہے۔

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى (سورۃ النازعات 41-40)

"اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات کو روکے رکھا بس اسکا ٹھکانا جنت ہے"

نسل ابراہیم سے تعلق رکھنے والے انبیاء

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے جن انبیاء کو پیدا کیا ان کا ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر آیا ہے سب سے زیادہ تفصیلی طور پر سورہ انعام میں فرمایا۔

"وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ
وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (
سورۃ الانعام 87-84)

"پھر ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب جیسی اولاد دی اور پھر ہر ایک کو راہ راست دکھائی۔ وہ ہی راست جو اس سے پہلے نوح کو دکھائی تھی۔ اور اسی کی نسل سے ہم نے

داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہدایت بخشی اور اس طرح ہم نیکو کاروں کو انکی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں (اس کی اولاد سے) زکریا، یحیٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (راہ ہدایت یاب کیا) ہر ایک ان میں صالح تھا۔ (اسی کے خاندان سے) اسماعیل الیسع، یونس اور لوط کو راستہ دکھایا) ان میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام دنیاں والوں پر فضیلت عطا کی۔ نیز انکے آبا و اجداد اور انکی اولاد اور انکے بھائی بندوں سے بہتوں کو ہم نے نوازہ۔ انہیں اپنی خدمت کے لئے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف انکی رہنمائی کی"

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علٰحدہ ذکر کرنے کی حکمت

یہاں پر نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اولاً تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی مخاطب تھے۔ دوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان حضرات کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا مظہر تھے۔ اسلئے بطور امتیاز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر علٰحدہ کیا آپکی تعریف میں مختلف مقامات پر ارشاد فرمایا مثلاً

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء 107)

"اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر"

"اور بے شک اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہو"

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورۃ سبا 28)

"اور ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا"

"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (سورۃ القلم 4)

"اور بے شک تم اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہو"

اولاد ابراہیم علیہ السلام کی صفات

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور انکی اولاد کی خصوصی تعریف وتوصیف فرمائی انکی پہلی صفت یہ فرمائی کہ وہ بڑی قوت عمل رکھنے والے لوگ تھے اللہ کا جو بھی حکم ان تک پہنچا اس پر پوری مستعدی سے عمل کیا اور اسکی تکمیل میں ذرا بھی سستی نا دکھائی۔ اللہ کا پیغام پہنچانے میں ہر قسم کی سختی برداشت کی ہر مخالفت کا سامنا کیا اور حالات کے سامنے سپر ڈالنے کے بجائے انکا مقابلہ کیا۔ اللہ کا کلمہ بلند کرنے میں بڑی سے بڑی قربانی دی اور ہر آزمائش میں سُرخرو ہو کر نکلے۔

دوسری صفت یہ بیان کی کہ وہ بڑے دیدہ ور لوگ تھے یعنی بڑے عقل منداور صاحب بصیرت لوگ تھے۔ ہر چھوٹے بڑے واقع پر غور کرتے اور اسکی تہہ تک پہنچتے ہر معاملے پر پوری بصیرت سے غور کرتے اور اسے ہر پہلو پر نظر رکھتے جو واقعات باعث عبرت ہوتے ان سے عبرت حاصل کرتے اور جو باعث نصیحت ہوتے ان سے نصیحت حاصل کرتے اور اپنے ہر قول وفعل پر کڑی نظر رکھتے اور مرضِ الٰہی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتے اور پھر انکی ایک بڑی صفت کا ذکر فرمایا جن سے ان حضرات کی زندگی کا گوشہ گوشہ منور تھا اور وہ صفت تھی "یادآخرت"۔

ایسی نیک، نامور، برگزیدہ، چنی ہوئی اور ھدایت یافتہ اولاد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس قربانی کے عوض بطور انعام عطا فرمائی جو انہوں نے اللہ کے راہ میں دی۔

کتاب حکمت کی نوازش

"اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ

الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا (سورۃ النساء 54)

"پھر کیا یہ دوسروں سے اسلئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخشش دیا"

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور انکی اولاد پر تین عظیم انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔

ا۔ انہیں کتاب دیں:۔ دنیا میں جتنی بھی الہامی کتابیں پائی جاتی ہیں وہ سب حضرت ابراہیمؑ اور انکی اولاد پر نازل کی گئیں ان میں معلوم و مشہور حسب ذیل ہیں:

(i) صُحُفِ ابراہیمؑ : جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(ii) زبور: جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔

(iii) تورات: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی

(iv) انجیل: جوع حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی

(v) قرآن مجید : دنیا کے لئے آخری کتاب

جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

۲۔ انہیں حکمت دی گئی: آج دنیا میں عقل و دانش کی جتنی بھی تعلیمات پائی جاتی ہیں اور اخلاق کی جتنی بھی نشانیاں پائی جاتی ہیں وہ سب ان ہی انبیاء علیہ السلام کے ذریعے دنیا کو ملیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

۳۔ انہیں ملک عظیم بخش دیا: حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور آخر میں نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس شان کا اقتدار عطا کیا اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ جو نظام ان برگزیدہ انسانوں نے قائم کیا اس جیسا نظام قائم کرنا تو بہت بڑی چیز ہے اسکی ایک جھلک دیکھنا ہی اس دنیا کی سب سے بڑی خواہش و ضرورت ہے۔

یہود۔ اقتدار مصر سے قیام اسرائیل تک

یہود دنیا کی عجیب قوم ہے۔ اسے جلیل القدر انبیاء سے نسبت رکھنے اور وارث ہونے کا دعوی ہے مگر اس قوم کے افعال و کردار اس قدر گھناؤنے ہیں کہ انہیں انبیاءؑ کے پاکیزہ کردار سے کوئی بھی مناسبت نہیں ہو سکتی۔ یہود کو سب سے پہلے حضرت یوسفؑ کی قیادت میں مصر میں اقتدار ملا۔ مگر یہ اسکے اہل ثابت نا ہوئے اور اپنی بداعمالیوں کے باعث قبطیوں (آل فرعون) کے غلام بن گئے۔ پھر صدیوں بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں قوم فرعون کی غلامی سے چھڑا کر فلسطین لائے جہاں فلستی اور دیگر قومیں پہلے سے آباد تھیں لیکن فلسطین آکر بھی بنی اسرائیل کی فطرت نا بدلی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو انکے پیچھے بنی اسرائیل نے حیلہ سازی سے توحید الٰہی چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ پھر حضرت طالوت حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اس قوم کو اقتدار حکومت سے نوازہ گیا جو انہیں راس نا آیا اور جلد ہی یہ ٹکڑوں میں بٹ گئے اور کفر کی راہ پر چل نکلے۔

بنی اسرائیل بتدریج کفروشرک میں اس قدر غرق ہوتے چلے گئے کہ انہیں پے درپے ہدایت کے لئے نامورنبیوں کوقتل کرنے میں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کبھی شاہ اشورسارگون اور کبھی شہنشاہ بابل بخت نصر کی شکل میں نازل ہوا۔ بخت نصر نے تویروشلم (بیت المقدس) کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ہیکل سلیمانی مسمار کردیااوردس لاکھ یہودیوں کوغلام بنا کر عراق لے گیا۔ اگلی صدیوں میں یونانی، ایرانی اوررومی فلسطین کوتاخت وتاراج کرتے رہے اسکے باوجود یہود کا طریقہ نا بدلا۔ وہ اس قدر مجسم برائی بن چکے تھے کہ انہوں نے اللہ کے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو رومیوں کے ہاتھوں شہید کروادیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی جان کے درپے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے اس آخری نبی کوزندہ آسمانوں پر اٹھالیا، یہود کی ان سیاہ کاریوں کے نتیجے میں ایک بار پھران پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ سپہ سالار ٹائٹس نے 70ء میں بیت المقدس کوتباہ وبرباد کرکے ہیکل سلیمانی کا کوئی نشان تک نا چھوڑااسکے بعداسکے ساٹھ (60) ستر (70 سال بعد رومی شہنشاہ ہیڈریان نے اس بدبخت قوم کوفلسطین سے جلاوطن کردیااوراس طرح یہود دنیا بھر میں مارے مارے پھرتے رہے۔ رومیوں نے ساحل بحیرۂ روم پرآباد قدیمی فلستی باشندوں کے نام پراس سرزمین کانام فلسطین رکھ دیا۔ اگلی سترہ اٹھارہ صدیوں کے دوران یہود نے بدترین غلامی کا مزہ چکھا۔

ساتویں صدی عیسوی میں آفتاب اسلام طلوع ہواتو نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کے بجائے انہوں نے دشمنی اور مخالفت کی روش اختیار کی اسکے نتیجے میں انہیں مدینہ منورہ اورخیبر سے بھی جلاوطن ہونا پڑا۔ قرون وسطیٰ میں پوری مسیحی ممالک فرانس، ہالینڈ، جرمنی اسپین، وغیرہ نے یکے بعد دیگرے یہودیوں کواپنے ہاں سے جلا وطن کیااس دوران یہودیوں کواگرکہیں پناہ ملی تووہ اسلامی اسپین یعنی اندلس 711ء سے

1492ء تھا۔ یا پھر سلطنت عثمانیہ 1290ء سے 1923ء تھی جس نے پوری مسیحوں کے ستائے ہوئے یہودیوں کو اپنے ہاں امن کی جگہ دی۔ لیکن یہ بد کردار اور بد نیت قوم اس قدر ناشکری ثابت ہوئی کہ بالآخر اس نے سلطنت عثمانیہ کی شکست میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ آج بھی ملت اسلامیہ کے سب سے بڑے ڈشمن یہودی ہیں۔

انہوں نے اسلام دشمن مغربی مسیحی ممالک کی عملی مدد اور سرپرستی سے ارض فلسطین پر گذشتہ نصف صدی سے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے بلکہ سازشوں اور مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر بیت المقدس بھی ہتھیا لیا ہے جہاں مسلمانوں کا قبلہ اول ''مسجد اقصیٰ'' ہے۔

مسجد اقصیٰ

حضرت ابراہیمؑ جب عراق سے نکلے تو انکے ساتھ انکی بیوی سارہ تھیں اور انکے بھتیجے حضرت لوطؑ تھے بعد کو اس قافلے میں انکے دو بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ شامل ہوئے۔

آج اسرائیل کا ایک ایرپورٹ ہے جسکا نام گوریان انٹرنیشنل ایرپورٹ ہے وہ لُد کے علاقے میں واقع ہے لُد کے وسیع ایرپورٹ پر ایک سفید رنگ کا اونچا مینار ہے یہ مینار اپنی بلندی کے وجہ کر دور سے دکھائی دیتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ مسیح ابن مریم جب نازل ہونگے تو دجال کا پیچھا کریں گے یہاں تک کہ وہ لُد کے دروازہ پر دجال کو پکڑیں گے اور اسکو قتل کر دیں گے۔ (صحیح مسلم و سنن ابوداؤد) اس مقام کا قدیم نام لُد ہے۔ حدیث میں جس مقام کا ذکر ہے ممکن ہے

کہ یہ یہی مقام ہو۔اسکا نام بائبل میں کئی بار آیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی مدینہ کے مسلمان (انصار) بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 622ء میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے بھی اسی کے مطابق نماز کا رخ بیت المقدس ہی رکھا۔

بیت المقدس کتنے عرصہ تک قبلہ رہا اس میں اختلاف ہے بعض روایتوں کے مطابق 16 ماہ بعض کے مطابق 17 ماہ اور بعض کے مطابق غالباً 19 ماہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی جبکہ وہ مشرکین کے قبضہ میں تھی اور جس میں بہت سارے بت رکھے ہوئے تھے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر معراج میں مسجد اقصی میں نماز ادا کی حالانکہ اس وقت اس پر ایران کے مشرک بادشاہ کی حکومت قائم تھی۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فکر اسلامی کا باب الفصل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں 13 سال تک کعبہ کے طرف رخ کر کے عبادت کرتے رہے۔

اسلئے قبلہ اول کا لفظ اگر کسی کے لئے بولا جا سکتا ہے تو وہ خود خانۂ کعبہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حدیث بھی موجود ہے جس میں انہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی تعمیر قریب 40 سال پہلے مسجد اقصی سے بنی ہے کی خبر دی ہے۔

ہجرت کے بعد تقریباً 19 ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اسکے بعد تحویل قبلہ کا حکم نماز کی حالت میں آیا اور اس طرح ہمیشہ کے لئے کعبہ مسلمانوں کا قبلہ عبادت گاہ بن گیا۔

اس تاریخ کے مطابق بیت المقدس قبلہ درمیانی ہے نا کہ قبلہ اول۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مسجد اقصیٰ کو قبلہ کیوں بنایا اسکی وجہ مسلمہ طور پر یہود کی تالیف قلب تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مدعو کی حیثیت رکھتے تھے۔

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے محل کے کھنڈر ہیں یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے کھنڈرات ہیں۔ یہ بیت المقدس ہے۔ جس کو عبدالملک بن مروان اموی نے بنوایا تھا۔ یہ وہ رومی عدالت ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت مریم کی پیدائش ہوئی۔ جہاں پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نبیوں کے ساتھ باجماعت نماز کی امامت ادا کی یہ مسجد عمر ہے جہاں فتح فلسطین کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے نماز ادا فرمائی اسطرح پورے علاقہ میں جگہ جگہ نبیوں کے نام کی تختیاں لگی ہوئی ہیں۔ سبھی مذہبی فرقے ان نبیوں اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں۔ فلسطین میں اسلام کی تاریخ اتنی ہی طویل ہے جتنا خود اسلام کی تاریخ طویل ہے۔

اسلام ابھی مکہ میں ہی تھا کہ پیغمبر اسلام کا وہ واقعہ پیش آیا جسکو اسراء کہا جاتا ہے یا جسکو معراج کہا جاتا ہے۔ یہ خدا کے انتظام کے تحت ہونے والا ایک سفر تھا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے روانہ ہو کر یروشلم پہنچے اور تمام نبیوں کے ساتھ نماز کی امامت فرمائی۔

اسکے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں فلسطین اسلامی مملکت میں شامل ہوا۔ مختلف وجوہات کے بناء پر یہ ایک انتہائی غیر معمولی واقعہ تھا۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر اب تک یہ علاقہ طرح طرح کے نشیب و فراز سے دوچار ہوتا رہا۔

تاریخ کے بہت سے باب یہاں سے بند ہو گئے اور غالباً تاریخ کے بہت سے نئے باب کھلنے والے ہیں اس سے تعلق رکھنے والی ماضی اور حال کی داستانیں بھی ہیں اور مستقبل کی بابت پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیاں بھی۔

فلسطین کو تین بڑے مذاہب کا مقدس مقام سمجھا جاتا ہے۔ یہود کا اسلئے کہ انکے خیال کے مطابق وہ براہ راست خدا کے طرف سے انہیں دیا گیا ہے۔ اسلئے وہ انکے لئے ارض مقدس ہے۔ جسکا فیصلہ خود اللہ کے طرف سے کیا گیا ہے۔

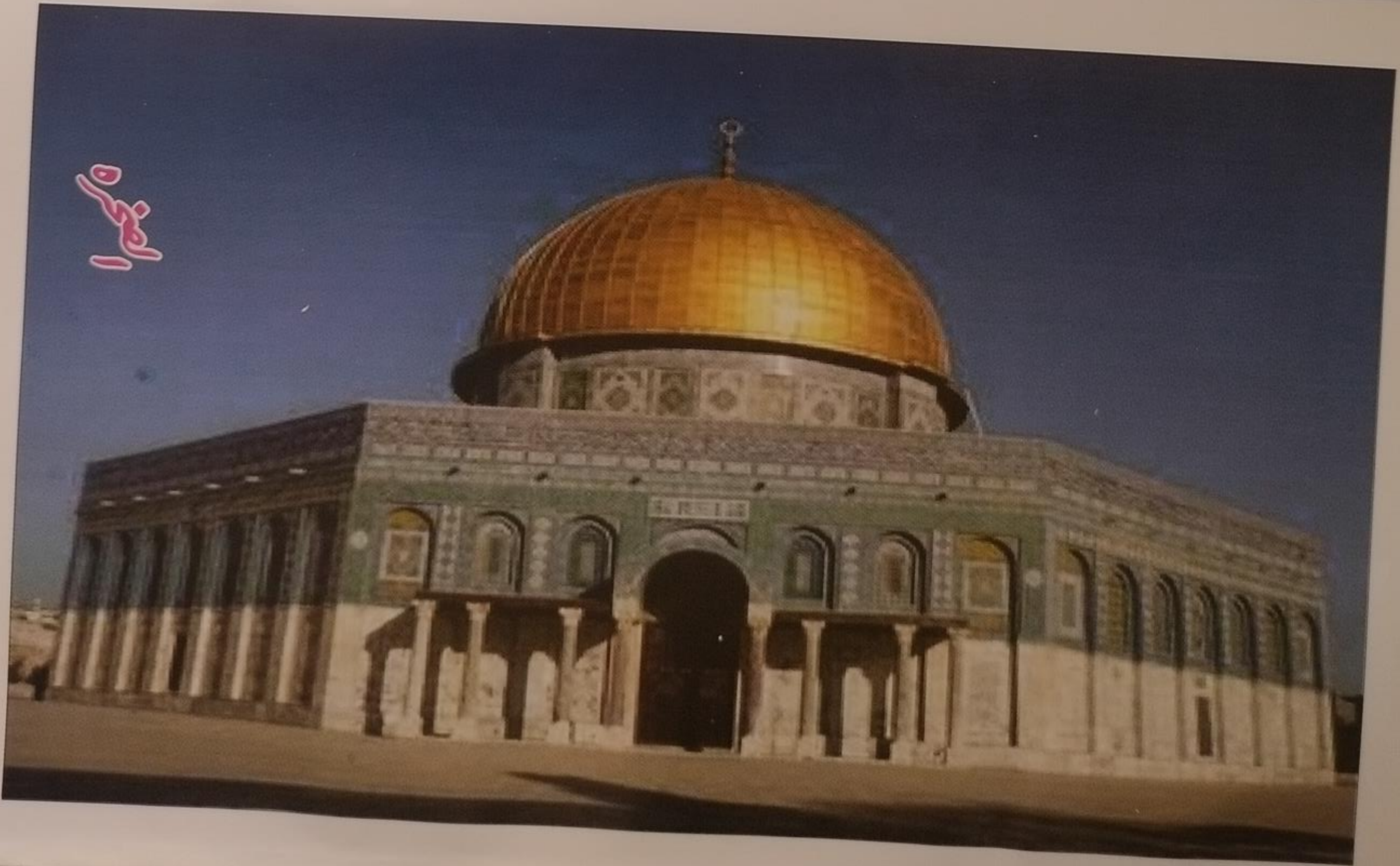
الصخره

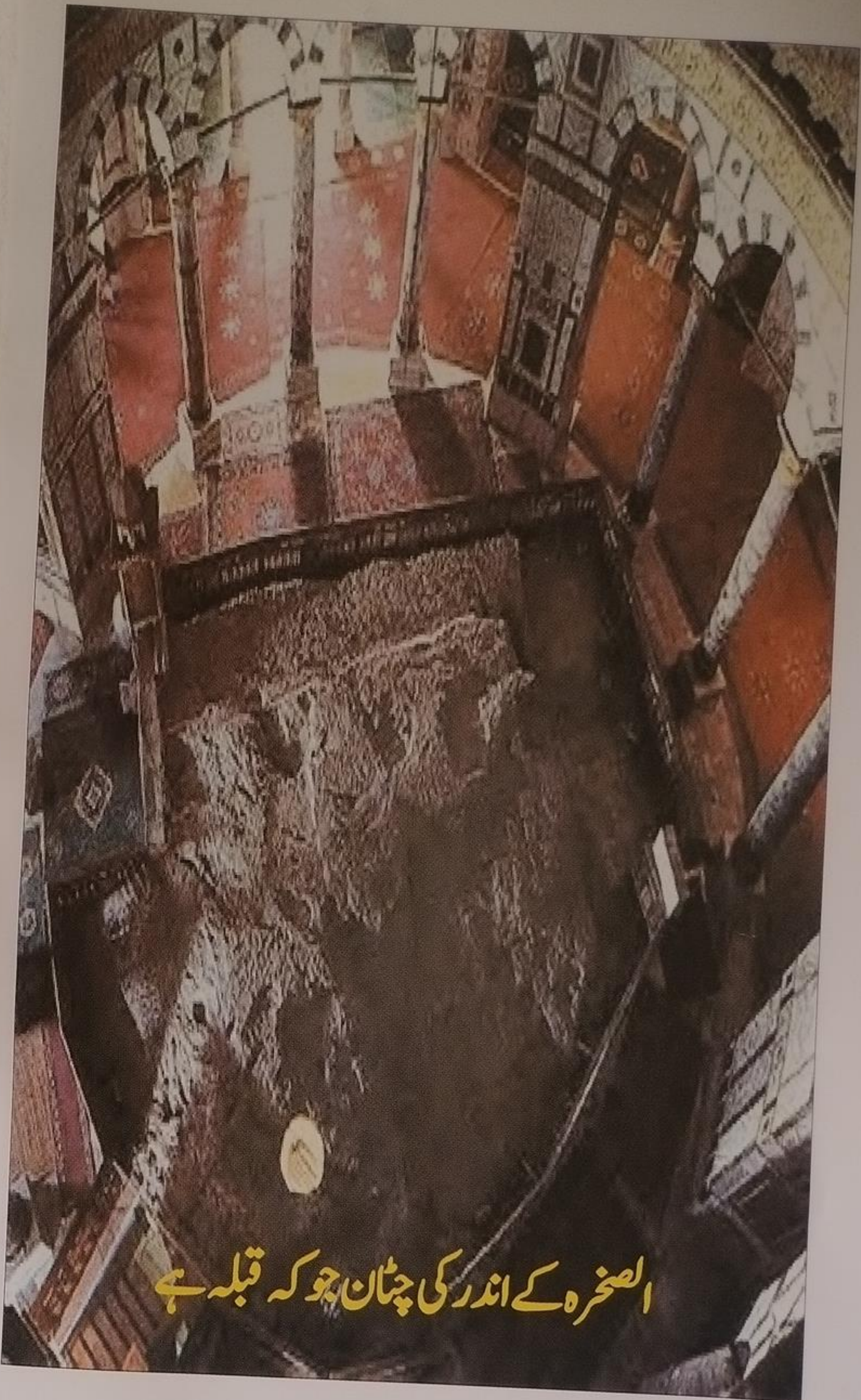

الصخرہ کے اندر کی چٹان جو کہ قبلہ ہے

عیسائیوں کا اس لئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہاں پیدا ہوئے اور اسی سرزمین پر انہوں نے اپنے مشن کی تکمیل کی مسلمانوں کا اسلئے کہ پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے سفر میں یہاں آئے اور ہجرت کے بعد ایک سال سے زیادہ مدت تک بیت المقدس کو اپنی عبادت کا قبلہ بنایا۔

فلسطین کا ایک اہم ترین شہر یروشلم ہے اسی کے علاقے میں تینوں مذاہب کے مقدس مقامات واقع ہیں اسکی تاریخ چودھویں صدی قبل مسیح علیہ السلام تک جاتی ہے۔ جبکہ اس علاقہ پر مصریوں کی حکومت تھی۔ بار بار اس علاقے کی حکومت بدلتی رہی اس زمانہ کی تقریباً تمام قومیں ایک کے بعد ایک اس پر حکومت کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک ہزار سال قبل مسیحؑ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت فلسطین وشام میں قائم ہوئی جو مزید اضافہ کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ تک جاری رہی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یروشلم کی توسیع کی اور قدیم یہودی عبادت خانہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی جسکا اب صرف ایک حصہ دیوار گریہ (مغربی دیوار) کی صورت میں باقی ہے۔ جسے مختلف حکمرانوں نے اسے بالکل کھنڈر میں تبدیل کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد مختلف حکمراں یروشلم کو اور مسجد کو تباہ کرتے رہے یہاں تک کہ ہیکل سلیمانی اب صرف ایک کھنڈر کی صورت میں باقی رہ گیا 638ء میں، جب کہ اسلام نے رومیوں کو شکست فاش دیکر فلسطین پر اپنا قبضہ قائم کیا خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ فاتحانہ طور پر مدینہ سے یروشلم پہنچے انکے اس سفر کی یادگار مسجد مسجد عمرؓ کی شکل میں آج بھی یروشلم میں کنیسٹر قیامہ کے پاس موجود ہے۔ بنی امیہ کی سلطنت کے زمانہ میں خلیفہ عبد الملک بن مروان نے مقدس صخرہ کے اوپر ایک گنبد تعمیر کی جو بیت المقدس کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔

مورخین یہ اعتراف کرتے ہیں کہ بنی امیہ اور بنی عباس دونوں نے یہود اور عیسائی باشندوں کے حق میں فراخدلی کی پالیسی اختیار کی اور ان سے پیار کیا۔ عباسی سلطنت کے بعد کافی صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں مسیحی حکمراں عارضی طور پر یروشلم پر قابض ہو گئے۔ انکا یہ قبضہ 1099ء سے لیکر 1187ء باقی رہا۔ اسکے بعد جناب صلاح الدین ایوبیؒ نے ایک فیصلہ کن جنگ میں مسیحی قبضہ کو ختم کر کے دوبارہ قدس پر مسلم سلطنت قائم کر دی۔ اسکے تھوڑے وقفے کے بعد چند انقلابات آئے اور آخر میں 1517ء میں عثمانی سلطان سلیم اول نے یہاں ترکی حکومت قائم کی جو مسلسل چار سو 400 سال باقی رہی۔ پھر اسکے بعد 1917ء میں برطانیہ نے یروشلم پر سیاسی بالادستی حاصل کر لی اور 1948ء میں فلسطین کا نیا دور شروع ہوا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد یروشلم کا نیا دور آیا تو شروع میں 1948ء سے 1967ء تک یروشلم دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک کو اردنی سیکٹر اور دوسری اسرائیلی سیکٹر کہا جاتا تھا۔ وہ 1967ء کی چھ روزہ جنگ میں اسرائیل نے پورے یروشلم پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اہل کتاب کی ایک روایت کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام جنکو یہودی اسرائیل کہتے ہیں۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ ک بنیاد ڈالی یہ فلسطین (ایلیا) کی مسجد ہے۔ جسکو بیت المقدس کہا جاتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ 162/1)

اصل یہ ہیکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس مقام پر یہودی عبادت گاہ کی بنیاد رکھی اس مقام پر بعد میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی گئی۔ اسی ہیکل سلیمانی کو بار بار تباہ و برباد کیا گیا۔ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کیوقت یہاں زیادہ تر کھنڈرات تھے۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن میں المسجد اقصی سے مراد جگہ ہے نا کہ کوئی عمارت۔

مسجد اقصی بظاہر ہیکل سلیمانی پر بنائی گئی ہے اور بیت المقدس کی تعمیر صخرہ (چٹان) کے اوپر بنائی گئی۔

یہاں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصی ایک بہت بڑا ہال کے مانند ہے اور وہ پورے معنوں میں ایک مسجد ہے مگر بیت المقدس معروف معنوں میں مسجد نہیں اسکی تعمیر مقبرہ جیسی ہے جس طرح ہمارے ہاں قبر کے اوپر گنبد بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح صخرہ کے اوپر گنبد بنایا گیا ہے۔ اس کے اندر باجماعت نماز نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے یہاں جب کسی موقع پر نماز ہوتی بھی ہے تو قبہ کے باہر میدان میں صفیں قائم کی جاتی ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہجرت کے بعد جس زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا تھا وہاں اس وقت موجودہ گنبد نا تھا۔ اس وقت صرف سنگ خارہ ایک چوکور چٹان تھا اور یہی چٹان یہودیوں کا قبلہ بھی تھا اور عارضی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ بھی یعنی قبلہ یہود اور قبلہ اول دونوں ہی صخرہ ہیں نہ کہ وہ سبزہ گنبد جسکو بیت المقدس کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ گنبد اس وقت وہاں سرے موجود ہی نا تھا۔ بلکہ اسے بعد میں بنایا گیا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دراصل صخرہ (چٹان) کو ہی قبلہ بنایا تھا۔ جسکو یہود مقدس سمجھتے ہیں اور وہی یہود کا قبلہ ہے۔

مسجد اقصیٰ ایک بڑا احاطہ ہے جسکے اندر ایک طرف مسجد اقصی ہے اور دوسری طرف قریب 100 قدم کی دوری پر بیت المقدس (قبۃ الصخرہ) واقع ہے۔ مسجد اقصیٰ بہت بڑی اور بلند و بالا مسجد ہے۔ اسکا اندرونی حصہ ایک طرف سے 110 قدم پر اور دوسری طرف سے چوڑائی قریب 85 قدم ہے۔ بیت المقدس اسی کو قبۃ الصخرہ کہا جاتا ہے۔ اسلئے کہ اسکے نیچے درمیان میں پتھر کی ایک چٹان ہے یہ چٹان تقریباً کمر تک اونچی ہے چٹان کے چاروں طرف لکڑی کا کٹہرا بنایا گیا ہے۔ قبۃ الصخرہ مسجد نہیں بلکہ چٹان کے اوپر قبہ ہے اور اسکے باہر کشادہ نزدیک میں ہی مسجد عمر بن الخطاب ہے یہ ایک چھوٹی

سی مسجد ہے جو تقریباً 25 قدم چوڑی اور 25 قدم لمبی ہے۔

یہاں بھی مسلمانوں کو دو رکعت نماز نفل پڑھنی چاہئے۔ اسی مسجد کے پاس ہی کنیۂ القبامہ ہے جو کافی بڑا اور وسیع ہے۔ ان سب جگہوں سے گذرتے ہوئے ایک تحیر کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ان مقدس مقامات کی زیارت اور ان میں نمازیں ادا کرنا واقعی ایک خواب سا محسوس ہوتا ہے۔

مسجد اقصیٰ کے اندر داخل ہونے پر وہ نہایت عظیم اور پُر ہیبت دکھائی دیتی ہے اور محسوس ہوتا ہے۔ یہیں پیغمبروں نے اور اصحاب پیغمبر نے سجدہ کئے ہیں۔ جبکہ بیت المقدس کا نقشہ بالکل دوسرا ہے اسکا طرز مقبرہ جیسا ہے یعنی درمیان میں بڑا سا پتھر اسکے اوپر اونچا گنبد اور پتھر کے اردگرد گول دائرہ میں ایک گیلری۔

ان مقامات سے گزرتے ہوئے ایک تحیر کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے مقدس مقامات کی زیارت اور ان میں نماز پڑھنا گویا ایسا لگتا ہے جیسے خواب رکھ رہا ہو۔ کیونکہ زندگی کا یہ حسین لمحہ ہے جہاں انسان جائے قدس کا نظارہ کرے اور ایسی ایسی جگہ سجدہ کرے جہاں پیغمبروں نے اور اصحاب پیغمبر نے سجدے کئے ہیں۔ یہاں کی سر زمین سے بہت سے جلیل القدر انبیاء کی تاریخ وابستہ ہے گویا کہ یہ سرزمین نبوت ہے۔ اور یہیں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چشم زدن میں مکہ سے 800 کیلومیٹر دور یروشلم میں لاکر اس نئے دور کا تعارف کرایا جسکو دور مواصلات کہا جاتا ہے۔ اس غیر معمولی سفر کے ذریعہ اس بات کا مظاہرہ کیا گیا کہ خدا کا دین اب قومی نبوت کے دور سے گذر کر بین الاقوامی نبوت کے دور میں داخل ہو گیا۔ اب وہ مقامی پیغام رسانی کی محدودیت سے نکل کر عالمی پیغام رسانی کے وسیع دائرہ میں پہنچ گیا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھتے ہوئے دل بھر آتا ہے سجدہ میں روتے ہوئے یہ الفاظ نکل جاتے ہیں کہ خدایا زمانے کا فرق تیرے نزدیک کوئی فرق نہیں تو میرے لئے

زمانہ کی دوری کو ختم کردے اور مجھکو اس مقدس جماعت کی صفوں میں شریک کردے ۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں امامت کر رہے تھے اور انکے پیچھے انبیاء صف باندھ کر نماز ادا کر رہے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی جبکہ وہ مشرکین کے قبضہ میں تھا اور خانہ کعبہ بتوں سے بھرا پڑا تھا ۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر معراج میں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی حالانکہ اس وقت مسجد اقصیٰ پر ایران کے مشرک بادشاہ کی حکومت قائم تھی ۔

اسرائیل میں کہا جاتا ہے کہ خدا کے بعد سب سے بڑا درجہ تعلیم کا ہے یہاں تعلیم کو ہوا اور پانی کی طرح کسی طرح کی ٹیکس اور قیمت سے فری رکھا گیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ہر فرد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے ۔ یہاں کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے اور واقعہ یوں ہے کہ 1969ء میں ساری دنیاں کے یہود نے چندہ جمع کیا تھا تا کہ یروشلم میں ایک پُر ہیبت بڑا عبادت خانہ کی تعمیر کی جا سکے ۔ یہ رقم اُس وقت کے زمانہ میں ایک بلین امریک ڈالر پر مشتمل تھی ۔ یہ پوری رقم چیف ربانی کی خدمت میں پیش کی گئی ۔ لیکن چیف ربانی نے اس رقم سے عبادت گاہ بنانے کی تجویز کو رد کرتے ہوئے کہا کہ ”خدا ساری دنیا کا مالک ہے ساری شان وشوکت صرف اسی کے لئے ہے اسکی بندگی تو ہر جگہ سوتے جاگتے کی جا سکتی ہے خدا کو جاننے کے لئے علم ضروری ہے جاؤ اس موٹی رقم سے ایک بڑی تعلیمی ٹرسٹ بناؤ تا کہ کوئی یہود بے علم نا رہے اس طرح دنیا کا سب سے بڑا تعلیمی ٹرسٹ 1970ء میں اسرائیل میں وجود میں آیا اور جسکا نتیجہ آج انکی ترقی دنیا کے تمام شعبے میں محسوس کی جا سکتی ہے ۔

فلسطینی کے سلسلہ میں انٹرنیشنل کانفرنس امن کے لئے کافی ہوتی رہیں لیکن اب تک وہاں امن قائم نا ہو سکا ۔ دراصل امن کا تعلق انصاف سے نہیں ہے امن کا مقصد انصاف حاصل کرنا نہیں ہوتا اسکا مقصد صرف مواقع عمل تلاش کرنا ہوتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ صلح کے ذریعہ امن حاصل کیا حالانکہ وہ واضح طور پر انصاف کے خلاف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد انصار مدینہ نے امیر یا خلیفہ کا مطالبہ چھوڑ کر امن حاصل کیا حالانکہ وہ انصاف کے معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں جب بھی امن حاصل کیا گیا ہے انصاف کے سوال کو انصاف کو نظر انداز کر کے حاصل کیا گیا ہے انصاف تو اس جدو جہد کا ثمرہ ہے جو امن کے بعد جاری کی جاتی ہے۔ وہ خود امن کے اندر براہ راست طور پر شامل نہیں ہوتا۔

1917ء میں برٹش امپائر نے فلسطین کا ایک فارمولا بنایا جو عام طور پر بالفورڈ ڈیکلریشن کے نام سے مشہور ہے۔ اس تقسیم میں صرف ایک تہائی حصہ اسرائیل کو دیا گیا تھا اور اسکا بقیہ دو حصہ عربوں کے لئے خاص گیا تھا۔ جس میں پورا کا پورا یروشلم عربوں کے حق میں شامل تھا۔ مگر اس وقت کی مسلم قیادت نے اسکو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک مشہور عالم عرب نے اسکو قبول کر لینے کی مشورہ دیا تھا تو اس پر لوگوں نے اس عرب عالم پر عرب مفاد سے غداری کا الزام لگایا۔ چنانچہ وہ عرب عالم یہ کہہ کر انتقال کیا کہ عنقریب میری قوم جان لے گی کہ میں نے اسکو دھوکا نہیں دیا۔ رات خواہ کتنی ہی لمبی کیوں نا ہو صبح بہر کیف آ کر رہتی ہے۔

اس وقت کی مسلم قیادت اگر اس تقسیم کو قبول کر لیا ہوتا تو فلسطینیوں کی حالت آج سو 100 گنا بہتر ہوتی، مزید یہ کہ وہ اس نا قابل بیان تباہی سے بچ جاتے جو پچھلے پچاس سال سے جاری ہے اور اب تک ختم نہیں ہوئی۔

یروشلم میں یہودیوں کی سب سے زیادہ مقدس چیز دیوار گریہ ہے اور مسلمانوں کا سب زیادہ مقدس چیز مسجد اقصیٰ۔ عجیب بات یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل متصل ہیں۔

مسلمان عام طور پر قدس کے مسئلہ کو قبلہ اول کی بازیابی کا مسئلہ سمجھتے ہیں مگر یہ

بات کسی بھی اعتبار سے درست نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں 13 سال تک خانہ کعبہ کے طرف رخ کر کے عبادت کرتے رہے۔ اسلئے قبلہ اول کا لفظ اگر کسی کے لئے بولا جا سکتا ہے تو وہ خود کعبہ ہے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً 17 ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اسکے بعد تحویلی قبلہ کا حکم نماز کی حالت میں آیا اور ہمیشہ کے لئے کعبہ مسلمانوں کا قبلہ عبادت بن گیا۔ اسطرح تاریخ کے مطابق بیت المقدس قبلہ درمیانی ہے نہ کہ قبلہ اول۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث بھی یاد آتی ہے کہ روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد مسجدِ حرام ہے جو مکہ میں ہے پھر اسکے چالیس 40 سال بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر ہوئی۔

بحر مردار

جغرافیہ کے علماء بحر مردار جیسی انوکھی جھیل (سمندر) کو سطح زمین کے قدیم تبدیلیوں کے عہد کی ایک یادگار سمجھتے ہیں مگر وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ تبدیلیوں کے اس دور میں جو کہ پچھلے دس ہزار سال کی ارضی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے اس میں صرف بحر مردار ہی اشتثنائی طور پر ایسی وسیع سمندر کی صورت میں کیوں تبدیلی ہو گیا جبکہ اسکا بھی ثبوت ملا ہے کہ ایک عرصہ پہلے تک وہ عام سمندر کے مانند تھا۔ اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں یہاں قوم لوط آباد تھی اسکے اندر برائیاں پیدا ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوطؑ انکی اصلاح کے لئے بھیجے گئے۔ مگر قوم سرکش ہوتی چلی گئے یہاں تک کہ کے دو ہزار سال قبل مسیحؑ میں شدید زلزلہ آیا زمین کے اندرونی آتش گیر اجزاء بھڑک کر جل اٹھے اور پورا علاقہ تباہ ہو کر رہ گیا۔ یہ سمندر جسے بحر مردار (Dead Sea) کہا

جاتا ہے وہ اسرائیل اور اردن کے درمیان ایک انوکھی جھیل (سمندر) ہے وہ سطح سمندر سے چارسوایک 401 میٹر نشیب میں واقع ہے۔اسکا رقبہ 405 مربع میل ہے۔اسکے پانی میں نمک اور معدنیات کی آمیزش عام سمندروں سے چارگنا زیادہ ہے۔حتی کہ آدمی اسکے اندر داخل ہو تو غرق نہیں ہوتا۔

شام، بیت المقدس اور فلسطین

معتدد قرآنی آیات اور حدیث نبوی میں شام فلسطین اور بیت المقدس کی سرزمین کی فضیلت بیان کی گئی ہے سب سے پہلے کچھ قرآنی آیات اور اسکی تفسیر سمجھ لیں۔

(1) وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ

الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء 71 ,70)

"گوانہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکر کا ارادہ کیا لیکن ہم نے انہیں ناکام بنادیا اور ہم نے ابراہیمؑ اور لوطؑ کونجات دیکر اس سرزمین میں پہنچادیا جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی ہے" امام ابن جریر الطبرانیؒ اس بابرکت زمین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اس بابرکت سرزمین سے مراد شام کی سرزمین ہے اور ہم نے اسکی تفسیر اسلئے کی ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے شام کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے۔ جہاں آپ علیہ السلام نے زندگی کے باقی ایام گزارے" ہاں آپؑ مکہ ضرور گئے تھے اور وہاں بیت اللہ خانہ کعبہ بھی تعمیر کی تھی اور حضرت اسماعیلؑ کو

Palestine Through Recent History

1936

Map of Partition of Palestine recommended by the Royal (Peel) Commission

1947

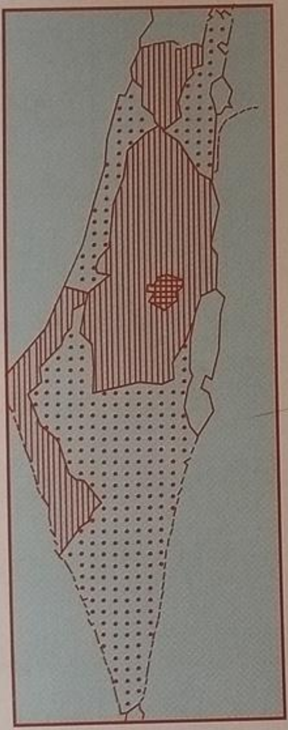

Map of Partition plan under United Nations Resolution 181 (11)

1949

Map of Palestine after 1948 Arab-Israel war

Arab State   Jewish Territories   Neutral Zone

Palestine Through Recent History

1967

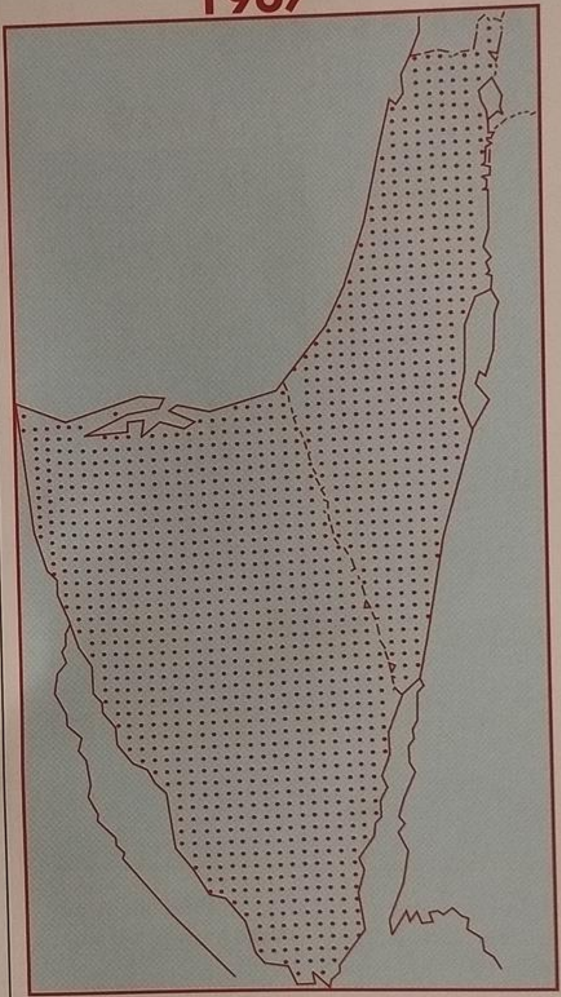

Map showing the territories occupied by Israel During the war of 1967. The occupied territories of Sinai (Egypt) were evacuated in 1982.

1994

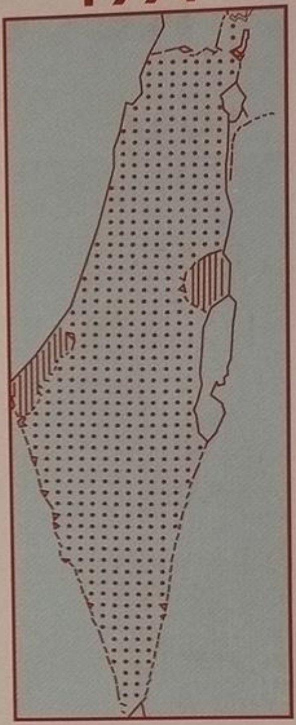

Map of Palestine after the Oslo Accord, showing the present Palestinian Authority

Arab State

Jewish Territories

Neutral Zone

بھی انکی ماں حضرت ہاجرہ کے ہمراہ وہاں ٹھہرایا تھا لیکن خود وہاں نہیں ٹھہرے اور نا ہی اپنے لئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے لئے وطن بنایا۔ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خبر دی کہ انہیں انکی قوم کی تیار کردہ آگ سے نجات دی اور وہ ہجرت کر کے شام ہی کے طرف گئے۔ جہاں آپ علیہ السلام نے باقی ایام گذارے۔

(2) وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ (سورۃ الانبیاء 81)

''ہم نے تیز و تند ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو انکے فرمان کے مطابق اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت دے رکھی ہے''

امام ابن جریر الطبرانیؒ کہتے ہیں

''اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر بابرکت سرزمین یعنی شام کی طرف چلتی تھی اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے لے جاتی تھی اور واپس لے آتی تھی''

(3) يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ (سورۃ المائدۃ 21)

''اے میرے قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے نام لکھ دی ہے''

اس آیت میں مقدس سرزمین سے مراد فلسطین اور بیت المقدس ہے حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا اور انہیں یقین دہانی کرائی کہ اللہ نے اسے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فلسطین کی سرزمین ان لوگوں کے لئے ہے جو حضرت موسیٰؑ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ کہ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے

پہلے شریعت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیا پھر تورات میں تبدیلی کر ڈالی اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت وشریعت کو بھی تسلیم نا کیا۔

(4) "وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظٰهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ (سورۃ سبا 18)

" اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے دوران جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔ چند بستیاں اور (آباد) کر رکھی تھیں جو بر سر راہ ظاہر تھیں"

اس آیت میں برکت والی بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔ بہت سارے مفسرین مثلاً مجاہد قتادہ حسن بصریؒ اور سعد بن جبیرؒ اور زید بن اسلمؒ نے یہی تفسیر کی ہے"

(5) "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ

(سورۃ التین 1,2,3)

"قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور امن والے شہر کی"

حافظ ابن کثیرؒ نے ان آیات کی تفسیر بعض آئمہ سے نقل کیا ہے کہ یہ دراصل تین مقامات مقدسہ کی قسم ہے۔ جہاں اللہ رب العزت نے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا پہلا مقام وہ ہے جہاں انجیر اور زیتون کی پیداوار ہوتی ہے اور وہ ہے بیت المقدس جس میں حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے دوسرا مقام طور سینا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ہوئی اور تیسرا مقام مکہ مکرمہ ہے جہاں سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

(6) "وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا (سورۃ الاعراف 137)

"اور ہم نے اس قوم کو جسے کمزور تصور کیا جاتا تھا۔ اس سرزمین کے مشرق اور مغرب کا

وارث بنادیا جس میں ہم نے برکت دے رکھی ہے"

یعنی مصر میں شریعت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والے اسرائیل کو کمزور قوم سمجھ کر ظلم کیا جاتا تھا اللہ نے انہیں فرعون مصر اور اسکی ظالم فوج سے نجات دیکر بابرکت سرزمین یعنی شام کے مشرق اور مغرب کا وارث بنادیا (تفسیر ابن کثیر)

(7) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنٰهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ

(سورۃ المؤمنون 50)

"اور ہم نے حضرت مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) اور انکی والدہ کو (اپنی قدرت) کا نشان بنایا اور انکو ایک ٹیلے پر جگہ دی جو ٹھہرنے کے لائق تھی اور اس میں پانی جاری تھا۔"

اس آیت میں مزکورہ ٹیلے سے مراد کونی جگہ ہے۔ مفسرین کا اختلاف ہے۔ قتادہ اور ضحاکؒ نے اس سے مراد بیت المقدس لیا ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اسکی ترجیح دی ہے (تفسیر ابن کثیر)

شام۔ فلسطین اور بیت المقدس کی فضیلت

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور بعد جس خطہ کو شام کہا جاتا تھا وہ اب شام، لبنان، فلسطین اور اردن جیسے چھوٹے چھوٹے ملک میں بٹ چکے ہیں۔

1۔ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شام پر اللہ کے فرشتوں نے اپنے پر پھیلا

رکھے ہیں۔"

2۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے اے اللہ ہمارے یمن میں برکت دے"

3۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عنقریب تم کئی فوجوں میں تقسیم ہو جاؤ گے ایک فوج شام میں ہوگی۔ دوسری عراق میں اور تیسری یمن میں"

4۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوئی ہوگی تو روئے زمین پر بسنے والے لوگوں میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہونگے جو حضرت ابراہیمؑ کی جائے ہجرت (شام میں منتقل) رہائش رکھیں گے"

5۔ اہل شام کے ذریعہ دین اسلام کی نصرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جب بڑی بڑی جنگیں ہونگی اس وقت اللہ تعالیٰ دمشق سے حوالی کے ایک گروہ کو مبعوث فرمائے گا جو عربوں میں بہترین گھوڑسوار اور سب سے اچھا اسلحہ رکھنے والا ہوگا اللہ اسکے طریقے دین اسلام کی نصرت فرمائے گا۔

6۔ سرزمین شام ایمان والوں کی آخری آرام گاہ:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عنقریب قیامت کے پہلے حضرموت کے سمندر سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو اکٹھا کرے گی"

7۔ شام میں نزول عیسیٰ علیہ السلام :- رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عیسیٰ ابن مریم دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر نازل ہونگے۔

8۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت دعا کی تھی کہ اے اللہ مجھے بیت المقدس کی پاک سرزمین کے قریب کردے۔

9۔ بیت المقدس اور طائفہ منصورہ:- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ دین پر قائم اور اپنے مخالفین پر غالب رہے گا۔ اسکی مخالفت کرنے والا

اسکو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ الا یہ کہ تکلیف اسکو (اللہ کی طرف سے) پہنچ جائے۔ اور اللہ کا حکم بدستور (یوم آخر) آنے تک اسی طرح رہے گا۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کہاں ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بیت المقدس اور اسکے آس پاس (احمد)

10۔ بیت المقدس سرزمین محشر:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "شام وہ سرزمین ہے جہاں (روز قیامت) لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور یہیں سے وہ (حساب کیلئے) منتشر ہونگے۔

سرزمین فلسطین اور انبیاء

فلسطین اور اسکا قرب و جوار وہ مقدس اور بابرکت سرزمین ہے جہاں متعدد انبیاء مبعوث ہوئے جہاں ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی اترتی رہی اور جہاں ان انبیاء کرام نے علم توحید بلند کیا اور دین اسلام کی طرف اپنی قوموں کو دعوت وحدت دیتے رہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عراق چھوڑ کر اسی سرزمین کی طرف ہجرت کی انکا بھتیجا حضرت لوط علیہ السلام نے بھی انکا ساتھ دیا اور پھر انکی اولاد میں حضرت اسحٰق علیہ السلام اور پھر انکے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اسی مقدس سرزمین پر فریضۂ دعوت و تبلیغ سرانجام دیا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام جو مصر کے وزیر خزانہ مقرر ہونے کہ بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کا پورا گھرانہ (بنو اسرائیل) مصر منتقل ہوگیا۔ جہاں موسی علیہ السلام مبعوث ہوئے پھر وہ بھی بنی اسرائیل کو لیکر عازم فلسطین ہوئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے ان ہی مقدس سرزمین کو جس پر اس وقت ایک جابر قوم کا قبضہ تھا جہاد کے ذریعہ فتح کرنے کا حکم دیا۔ لیکن انکی قوم نے اس جہاد سے انکار کر دیا جس پر انہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کی قوم میدان تیہہ میں سرگردان رہنے کی سزا ملی اسی درمیان موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ انا للہ وانّ الیہ راجعون۔

ان کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام کی قیادت میں بنواسرائیل نے بیت المقدس فتح کیا۔ بیت المقدس انبیاء کرام علیہ السلام کا قبلہ رہا توحید کا نور پھوٹتا رہا۔ بنواسرائیل جب تک انبیاء کرام علیہ السلام کی پیروی کرتے رہے اللہ تعالیٰ ان پر انعامات کی بارش کرتا رہا اور جب جب انہوں نے انبیاء کرام علیہ السلام کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی ان پر انکے دشمنوں کو مسلط کرتا رہا تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے حق کی طرف لوٹ آئیں۔

وہی بیت المقدس کی سرزمین تھی جہاں حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہت اور نبوت کا تاج پہنایا گیا اور پہاڑ و پرندے انکے تابع کر دیئے گئے۔ پھر اسکے بعد انکے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اسی سرزمین پر وراثت میں بادشاہت ملی جو اس سے پہلے کسی کو ملی اور نہ بعد میں ملی اور نا ہی آئندہ کسی کو ملے گی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے ہیکل سلیمانی (مسجد اقصیٰ) کی تجدید کی اور اسے اپنی بادشاہت کے شایان شان پوری شان و شوکت سے تعمیر کیا اور تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا۔

پہلا درست فیصلہ کرنے کی توفیق جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ درست فیصلے کرتا ہے۔

دوسرا ایسی بادشاہت جو انکے بعد کسی کو نا ملے۔

اور تیسرا یہ کہ جو بھی اس مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے آئے وہ اس طرح گناہوں سے پاک نکلے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے (گناہوں سے پاک) پیدا ہوتا ہے۔

رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پہلی دو چیزیں اللہ نے عطا کر دیں اور مجھے

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکی تیسری دعا بھی قبول کر لی ہوگی"

پھر اللہ تعالیٰ نے زکریاؑ اور انکے بیٹے حضرت یحییٰؑ کو بھی یہیں اسی سرزمین پر مبعوث فرمایا اور حضرت زکریاؑ ہی کہ زمانہ میں حضرت مریم پیدا ہوئیں جن کے بطن مبارک سے اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا فرمایا جو بنواسرائیل کو اسلام کی دعوت دیتے رہے لیکن جب یہود نے انہیںؑ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیںؑ کو اوپر اٹھالیا اور ایک وقت آئیگا جب انہیں اسی سرزمین پر دوبارہ اتارا جائے گا۔اور وہ دین اسلام کے عظیم داعی بن کر دنیا بھر میں عدل وانصاف کریں گے۔"

پھر نبیوں کے سلسلۂ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بیت المقدس کی سیر کرادی اور وہیں تمام انبیاءؑ کو انکی صلی اللہ علیہ وسلم اقتداء میں جمع کر دیا۔

مسجد اقصیٰ کے فضائل

1۔ روئے زمین پر بنائے جانے والی پہلی مسجد حرام کعبہ جو کہ مکہ میں ہے اور دوسری مسجد اقصیٰ ہے۔

ابو ذرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی

مسجد بنائی گئی۔ تو آپ ﷺ نے جواب دیا۔ ''مسجد حرام جو مکہ میں ہیں''۔ پھر انہوں نے پوچھا اسکے بعد تو آپ ﷺ نے فرمایا مسجد اقصیٰ انہوں نے پھر پوچھا کہ دونوں مساجد کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''40 سال کا''

2۔ قبلہ اول: مسجد اقصیٰ اسلام کا پہلا قبلہ ہے۔

چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ قریب 16 یا 17 ماہ بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر ہمیں خان کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

پورے تیرہ 13 سالہ نبوت پر مبعوث کے بعد مکی دور میں رسول ﷺ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے پھر ہجرت کے بعد آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ قریب 16 یا 17 ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے اسکے بعد قبلہ کی تبدیلی کا حکم حالتِ نماز میں ہوئی۔ مسجد اقصیٰ حرم نہیں ہے دنیاں بھر میں صرف دو حرم ہیں یعنی پہلا ''خانۂ کعبہ'' جو مکّہ میں ہے اور دوسرا مسجد نبوی جو مدینہ میں ہے صرف تین مساجد کی باقائدہ سفر کیا جا سکتا ہے وہ ہیں مسجد حرام کعبۂ، مسجد نبوی مدینہ اور تیسرا مسجد اقصیٰ۔

تحویل قبلہ

مدینہ کا جائے وقوع چونکہ بیت المقدس اور مسجد حرام مکہ کے درمیان ہے اس کی وجہ

سے اس میں قبلہ کے تعین کا مسئلہ تھا کیونکہ سابقہ آسمانی شریعت کے مطابق اب تک قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا اس طرح مدینہ میں قبلہ بیت المقدس کے طرف کرنے سے خانہ کعبہ پیچھے ہو جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مسلمان جب تک کوئی نیا حکم نہ آجائے اس رخ کے پابند تھے البتہ کعبہ کے تقدس کے بنا پر ان کا جی اسی کو چاہتا تھا۔

شاید اسی لئے مسجد حرام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تھے تو مسجد حرام کے جنوب رخ پر کھڑے ہو کر شمال کا رخ اختیار کرتے تھے اس طرح دونوں کا رخ یعنی خانہ کعبہ اور بیت المقدس کا رخ ایک ہو جاتا تھا لیکن یہاں مدینہ میں یہ ممکن نہیں تھا یہاں جبکہ بیت المقدس کا رخ کرنے سے خانہ کعبہ پشت پر پیچھے ہو جاتا تھا اور قبلہ کیلئے کوئی نیا حکم نہیں آیا تھا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے سے پہلے آنے والے انبیاء کے ہی اختیار کردہ یعنی بیت المقدس کا ہی رخ اختیار فرماتے رہے۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواہش کعبۃ اللہ کے رخ کو اختیار کرنے کی تھی کیونکہ بیت المقدس کو مسجد اور قبلہ بنانے والے ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی کعبہ کی تعمیر کی تھی اور اس کو دین وعبادت کا سب سے بڑا مرکز قرار دیا تھا اور اس کی اہمیت و عظمت کیلئے دعا کی تھی اور ان سے پہلے آدم علیہ السلام نے بھی اس جگہ کو عبادت کی جگہ بنائی تھی ۔ اس طرح یہ اللہ کا سب سے پہلا گھر کہلایا اور دنیا کا سب سے مرکزی عبادت خانہ بنا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ان اول بیت وضع للناس الذی ببکۃ مبرا کا وھدی للعالمین"

(یعنی پہلا گھر جو لوگوں کے عبادت کرنے کیلئے مقرر کیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے بابرکت اور جہاں کیلئے موجب ہدایت ہے)

اس طرح وہ قبلہ بننے کا مستحق معلوم ہوتا تھا لیکن اس کو قبلہ بنانے کا جب تک فیصلہ خدا کی طرف سے آپ ﷺ کو حکم نہ ملے۔ آپ محض اپنی خواہش پر عمل نہیں کر سکتے تھے۔ صرف اظہار و خواہش کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی خواہش کو قبولیت ملی اور بیت اللہ شریف خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم نصف ماہ شعبان 2 ہجری میں آ گیا

"فول وجھک شطر المسجد الحرام"

یعنی اپنے چہرہ کا رخ مسجد حرام کی طرف کرو

یہ حکم آپ ﷺ کے مدینہ شریف آنے کے ایک سال چار ماہ بعد آیا۔ اس مدت میں آپ ﷺ نے یہاں سے مسجد بیت المقدس کے رخ پر نمازیں ادا فرمائیں۔ (ملاحظہ ہو طبقات دین اور رہبر انسانیت محمد رابع حسنی ندوی)

یہ بات یہودیوں کو بری لگیں کیونکہ وہ اصل عبادت گاہ ہونے کا حق صرف اپنی عبادت گاہ بیت المقدس کو سمجھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کو اس طرح شامل فرما دیا کہ دونوں کی شریعت ایک شریعت ہو گئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بنی اسرائیل کو حاصل شدہ خصوصیت بنی اسرائیل سے ہٹ کر محمد ﷺ کی طرف منتقل ہو گئی اور خانہ کعبہ سے تعلق کا معاملہ دونوں میں یکساں تھا۔ اب دینی رہبری کی وراثت حضرت محمد ﷺ کو منتقل ہو گئی تھی لہٰذا بیت المقدس کی مرکزیت خانہ کعبہ کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ حکم خداوندی حالت نماز

میں ہوا جو آج بھی وہ جگہ مسجد قبلتین کے نام سے مشہور ہے اور وہاں سبھی جانے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔

مسجد اقصیٰ حرم نہیں ہے۔ دنیا بھر میں صرف دو حرم ہیں یعنی پہلا ''خانۂ کعبہ'' جو مکہ میں ہے اور دوسرا مسجد نبوی جو کہ مدینہ میں ہے۔

صرف تین مساجد کی باقائدہ سفر کیا جا سکتا ہے اور وہ ہیں۔ مسجد حرام کعبہ، مسجد نبوی مدینہ اور مسجد اقصیٰ۔

صلاح الدین ایوبیؒ اور فتح بیت المقدس

صحابہ کرام اور تابعینؒ کے بعد اسلام کی تاریخ میں صلاح الدین ایوبیؒ نے ایک سنہرا باب رقم کیا ہے۔ شجاعت اور بہادری کی ایک ایسی مثال قائم کی کہ تاریخ دانوں نے جب بھی جہاد کا ذکر کیا جناب صلاح الدین ایوبیؒ کا نام مجاہدین کی فہرست میں ایک چمکتا ستارہ نظر آیا۔

صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ کو جہاد سے گہرہ تعلق تھا اور محبت تھی۔ اسی لئے انکی زندگی کی بیشتر حصہ گھوڑوں کی پٹھوں پر اور خیموں کے اندر گزر گئی۔

بیت المقدس پر نصرانیوں کے قبضے کا عرصہ جیسے جیسے لمبا ہوتا جا رہا تھا ویسے ویسے صلاح الدین ایوبیؒ کی پریشانیوں اور بے تابیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ مسلمانوں کو جہاد کی طرف بلاتے ترغیب دلاتے۔ بالآخر انکی کوششیں باآور ثابت ہوئیں ایک فوج بیت المقدس کی آزادی کے لئے مر مٹنے کو تیار ہو گئی اور 15 رجب

583 ہجری اور 1187ء کا دن تھا۔ جب اسلامی فوج بیت المقدس کے مغرب میں اتری نصرانیوں نے بیت المقدس کے چاروں طرف مضبوط قلعے تیار کر رکھے تھے۔ جنہیں فتح کر کے بیت المقدس کے اندر داخل ہونا آسان نہیں تھا۔ صلاح الدین ایوبیؒ کی فوجوں نے چاروں طرف سے بھرپور حملہ کیا۔ نصرانیوں نے بہت مقابلہ کیا۔ حصار اور قتال کے دوران بہت سارے مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا ایوبیؒ نے شہر کی شمال مشرق دیوار میں نقب لگائی اور پھر اسے جلا ڈالا اس طرف سے نصرانیوں کو شکشت ہوئی تو باقی نصرانی فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔ چنانچہ نصرانیوں کے قائد نے صلح کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ صلاح الدین ایوبیؒ نے اُنکی صلح کی پیش کش قبول کر لی بشرطیکہ نصرانی ہر بالغ کے طرف سے 10 دینار ہر نابالغ بچے کے طرف سے دو دینار اور ہر عورت کے طرف سے 5 دینار مسلمانوں کو ادا کریں اور جو بھی اس شرط کو پورا کرنے سے عاجز ہو گا وہ قیدی شمار ہو گا۔ اس طرح 16000 نصرانی قیدی بنا لئے گئے اور بقیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا۔

صلاح الدین ایوبیؒ مورخہ 27 رجب 583 ہجری بروز جمعہ بیت المقدس میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔ مسجد اقصیٰ کو نصرانیوں کی غلاظت سے پاک کیا گیا صلیب توڑ ڈالی گئی اور اسطرح میناروں سے اللہ اکبر کی صدا گونجنے لگی۔

ایک یادگار خطبہ

صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں بیت المقدس کی آزادی کے ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد یعنی 4 شعبان 583ھ میں بروز جمعہ مسجد اقصیٰ میں القاضی محمد بن ابی الحسن نے

ایک یادگار خطبہ دیا۔

''اے لوگو اللہ کی رضا پر خوش ہو جاؤ کیونکہ وہی ہے جس نے اس گمشدہ قیمتی متاع کی واپسی آسان فرمائی اور تقریباً 100 سال بعد اسے مشرکوں سے چھین کر تمہاری طرف لوٹا دیا اور وہی ہے جس نے اس گھر کو شرک کی نجاست سے پاک کیا اور ہمیں علم توحید بلند کرنے کی توفیق دی اس مسجد کی بنیادیں توحید اور تقویٰ پر قائم ہیں۔

یہ تمہارے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطن ہے اور یہیں سے تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لئے لے جایا گیا۔ یہی تمہارا پہلا قبلہ ہے۔ یہاں آکر انبیاء علیہ السلام ٹھہرے اور اولیاءؒ قصد کیا۔ یہاں متعدد رسول دفن ہوئے یہاں اللہ کی وحی اتری۔ یہ سرزمین محشر ہے۔ اور یہیں سے لوگ حساب کتاب کے لئے منتشر ہونگے یہ گھر اس مقدس سرزمین پر واقع ہے جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد یہی وہ تیسری مسجد ہے جسکی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے۔

تمہیں مبارک ہو کہ قادسیہ اور خیبر کی یادیں تازہ کردیں اس عظیم نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرو کیا یہ وہی گھر نہیں جسکی تمام رسولوں نے تعریف کی اور ان میں چاروں آسمانی کتابوں کی تلاوت کی گئی؟ کیا یہ وہی گھر نہیں جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نونؑ کے لئے سورج غروب ہونے سے روک دیا؟ کیا یہ وہی گھر نہیں جسے آزاد کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو جہاد کرنے کا حکم دیا چنانچہ پوری قوم سے صرف دو آدمیوں نے انکی بات قبول کی اور تمام باقیوں نے انکار کردیا؟

پھر کیا اللہ تعالیٰ ان پر ناراض نہیں ہوا اور چالیس سال انہیں میدان تیہ میں سرگرداں نہیں رکھا۔

سو تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں کوئی سزا نہیں دی اور تمہیں اکٹھے ہو کر

جہاد کرنے کی اور اس گھر کو آزاد کرانے کی توفیق دی۔ تمہیں ایک بار پھر مبارکباد ہو کہ اس گھر میں علم توحید لہرانے کی ہمت دی۔ اب اللہ تم پر راضی ہے اور فرشتے تمہاری مغفرت کے لئے دعا گوں ہیں۔ اب اس فتح مبین کے بعد تم اللہ سے ڈرو اسکی نافرمانی نا کرو اور جہاد جاری رکھو کیونکہ یہ سب سے افضل عبادت ہے۔ تم اللہ کے دین کی مدد کرو۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ تم دین الٰہی کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کا شکریہ ادا کرو اللہ تمہیں اور زیادہ عطا کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت و بزرگی عطا کی تھی یہ اسی کا تقاضہ ہے کہ انکی رسالت پر ایمان لایا جائے یہ ایمان بالرسول کی تعمیل ہے اور یہ ایک سلسلۂ علیہ السلام رسالت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا اور نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ چناچہ ارشاد فرمایا۔

"قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَمَآ اُنۡزِلَ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَآ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَعِيۡسٰى وَمَآ اُوۡتِىَ النَّبِيُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَآ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوْا وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا هُمۡ فِىۡ شِقَاقٍ فَسَيَكۡفِيۡكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ

(سورۃ البقرۃ 137-136)

یعنی مسلمانو کہو کہ "ہم ایمان لائے اللہ پر اور اسکی ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کے طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں"

جس طرح محمد رسول ﷺ اللہ کو ماننے والوں پر یہ لازم ہے کہ وہ تمام انبیاء پر ایمان لائیں اسی طرح تمام انبیاء کی امتوں پر یہ فرض ہے کہ وہ تمام نبیوں پر ایمان لائیں اور ان میں کوئی تفریق نہ کریں کہ کچھ پر ایمان لائیں اور کچھ پر نا لائیں ایک نبی کا انکار۔ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاءؑ کے انکار کا ہم معنیٰ ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ اسی بات کو اس طرح بیان فرمایاں۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ قف فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۃ آل عمران 95)

"کہو اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے تم کو یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کرنا چاہئے اور ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔"

ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آپ علیہ السلام دنیا سے کٹ کر صرف ایک خدا کے ہو کر رہ گئے۔ خدا کی خاطر انہوںؑ نے اپنے والد کو چھوڑا اپنی قوم سے کنارہ کش ہوئے اسی کی خاطر اپنا وطن چھوڑا اسی کی خاطر اپنا گھر بار اور عیش و آرام کو خیر باد کہا اور اللہ کے دین کے لئے عراق، فلسطین، مصر و حجاز کی خاک چھانی جب اللہ نے انکےؑ پیارے بیٹے کی قربانی چاہی تو اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اپنے طور پر ذبح کر ڈالا یہ اور بات ہے کہ اللہ نے اپنے فضل سے بیٹے کو بچا لیا اور انکی جگہ پر دمبہ کو ذبح کر دیا اور اللہ ہی کی مرضی کی خاطر اپنی زوجہ اور شیر خوار بچے کو

ایک سنسان بے آب وگیاں چٹیل میدان میں چھوڑ دیا غرضیکہ وہ کون سی قربانی تھی جو انہوں نے خدا کی راہ میں پیش نا کی ہو۔

پھر اسکا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کسی بھی موقع پر وہ نا کسی تذبذت کا شکار ہوئے نہ تعمیل حکم میں کوئی ہچکچاہٹ دکھائی اور نا ہی خدا کے سوا کسی دوسرے سے آس لگائی انکا واحد سہارا صرف اللہ تعالیٰ تھا۔ اسکی مرضی پوری کرنا انکیؑ زندگی کا مقصد اور نصب العین تھا۔ اور یہی حقیقت اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندہ مومن میں دیکھنا چاہتا ہے اسی کو سمجھانے کے لئے بتانے کے لئے اور کر کے دکھانے کے لئے سارے انبیاء اکرام آئے ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (سورۃ النساء 125)

"اس شخص سے بہتر اور کس کا طریق زندگی ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا اور یکسو ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی پیروی کی اس ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی جسے اللہ نے اپنا دوست (خلیل) بنالیا تھا"

پھر بتایا کہ ابراہیمؑ کے اتباع کے سب سے زیادہ حقدار نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات ہیں کیونکہ جس دعوت کے حضرت ابراہیمؑ علم برادر تھے اسی دعوت کو بلند کر کے اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ساتھی ہیں دوسرے تمام لوگوں کو حضرت ابراہیمؑ سے صرف نام کی نسبت ہے ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ (سورۃ آل عمران 68)

"ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو ان لوگوں کو

پہنچتا ہے جنہوں نے اسکی پیروی کی اور اب یہ نبی اور اسکے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حقدار ہیں اللہ صرف انہیں کا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔"

دوسری مقام پر پھر ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ط وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ هلا شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ط اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ هط ۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

(سورۃ النحل 123-120)

"واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا۔ اللہ کا مطیع فرمان اور یکسوں وہ کبھی مشرک نا تھا۔ اللہ کا شکر یہ ادا کرنے والا تھا۔ اللہ نے اسکو منتخب کر لیا اور سیدھا راستہ دکھایا دنیا میں اسکو بھلائی دی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔ پھر ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر ابراہیم کے طریقے پر چلو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔"

ابراہیم علیہ السلام اللہ کے شکر گزار اور احسان ماننے والے بندے تھے۔ ان پر اللہ کے جتنے احسانات بڑھتے گئے اتنا ہی انکا جذبہ جان نثاری اور فداکاری بڑھتا گیا کسی نعمت کے حصول میں وہ نا اترائے اور خوشی میں اپنے نصب العین سے ایک انچ نا ہٹے۔

اسی احسان سناسی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں علیہ السلام وہ مقام خاص عطا کیا۔ ہدایت پر استقامت بخشی دنیا میں انکو امامت اور سچی ناموری عطا کی آج بھی ہزاروں سال کے بعد بھی کڑوروں افراد ان کے نام پر درود و سلام بھیجتے اور انہیں اپنا

ہادی ومرشد مانتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں انکا مرتبہ رہا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ انکو صالح بندوں میں اٹھائے گا اور اپنے انعامات واکرامات سے نوازے گا۔

جولوگ ایمان لائے عمل صالح کئے اور اطاعت وفر برداری کی راہ اختیار کی اسکے لئے خوشخبری ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا (سورۃ مریم 60)

"البتہ توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کرلیں وہ جنت میں داخل ہونگے اور انکی ذرہ برابر بھی حق تلفی نا ہوگی۔"

مومنین کو یقین رکھنا چاہئے کہ انکا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی ہے وہ نا اپنے فرمانبردار بندے کو اس حالت میں رہنے دیگا کہ یہ اسکی شان رحیمی کے خلاف ہے اور نا کفر وطغیان کے علم برداروں کو کھلا چھوڑے گا۔ ایک دن آئے گا کہ انکی گردنیں ناپی جائیں گی۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ (سورۃ الشعراء 104-103)

"یقینا اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی"

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے جو فضیلت اور بزرگی عطا کی تھی اسکا تقاضہ ہے کہ انکی رسالت پر ایمان لایا جائے یہ ایمان بالرسل کی تعمیل ہے اور اس سلسلہ کی توقیر ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا چنانچہ ارشاد باری ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ج لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ صلے ز وَنَحْنُ لَهٗ

مُسْلِمُوْنَ ۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ج وَاِنْ تَوَلَّوْا

فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ج فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

(سورۃ 136-137)

مسلمانو کہو کہ ”ہم ایمان لائے اللہ پر اور اسکی ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کے طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں“

صالحین کے لئے خوشخبری

جو لوگ ایمان لائے۔ عمل صالح اختیار کئے اور اطاعت و فرمابرداری کی راہ اختیار کی انکے لئے خوشخبری ہے کہ۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

شَيْئًا (سورۃ مریم 60)

”البتہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کرلیں وہ جنت میں داخل ہونگے اور انکی ذرہ برابر بھی حق تلفی نا ہوگی۔“

مومنین کو یقین رکھنا چاہئے کہ انکا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش

قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وطن سے ہجرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ (سورۃ الصّٰفٰت 100)

یہ دعا ایک طویل مدت کے بعد پوری ہوئی جبکہ حضرت ابراہیمؑ بالکل بوڑھے ہو چکے تھے۔ چنانچہ قرآن ہی میں حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ط

(سورۃ ابراھیم 39)

"یعنی شکر ہے اس خدا کا جس نے بڑھاپے میں اسماعیلؑ و اسحٰق عطا کئے"

ان دونوں صاحبزادوں کی پیدائش کے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو انکے پیدا ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ پہلے حضرت اسماعیلؑ کی بشارت ان الفاظ میں دی۔

"فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (سورۃ الصّٰفٰت 101)

"یعنی ہم نے اسکو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی"

اور اسکے کئی سال بعد جبکہ حضرت اسماعیلؑ جوانی کی عمر کے قریب پہنچ چکے تھے دوسرے صاحبزادے کی بشارت یوں دی۔

وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (سورۃ الذّٰریٰت 28)

"اور فرشتوں نے انکو یعنی حضرت ابراہیمؑ کو ایک ذی علم لڑکے کی خوشخبری دی۔

یہ بشارت سنکر حضرت ابراہیمؑ کو ہچک محسوس ہوئی حضرت سارہ جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی نیک بیوی تھیں بڑی جھجک ہوئی قریب 86 سال کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری نیک وصالح بیوی حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور قریب 100 سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں انکی دوسری نیک و خدا پرست پہلی بیوی حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مکہ میں آباد کیا جانا

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے اور بڑے بیٹے تھے اور بڑی دعاؤں سے ملے تھے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے کتنے پیارے بیٹے ہونگے۔ اسی محبوب وعزیز بیٹے کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو سب سے پہلے یہ فکر ہوئی کہ عرب میں دعوت توحید کے اس مرکز کی بنیاد ڈالی جہاں سے دنیا میں آخری نبوت کا ظہور ہونا تھا اور جسے قیامت تک کے لئے اس دعوت کا مرکز رہنا تھا۔ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی حضرت ابراہیمؑ کو اس مقام کی نشاندہی کروادی تھی۔ جہاں اس مرکز کی تعمیر مطلوب تھی۔ چنانچہ سورہ حج میں ارشاد یوں ہوا ہے۔

"یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (سورۃ حج 26)

اس آیت کی مطابق اللہ کے اس عظیم بندے نے اس چھوٹے سے بچے جو ابھی دودھ

ہی پی رہا تھا۔ اسکی حیرت انگیز صبر و توکل رکھنے والی ماں حضرت بی بی ہاجرہ کے ساتھ ٹھیک اسی مقام پر لے جا کر بظاہر بالکل بے سہارا چھوڑ دیا جہاں آخر کار انکو خانۂ کعبہ کی تعمیر کرنی تھی۔

یہاں سے واپسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرف رخ کیا جہاں آخر کار بیت اللہ کی تعمیر کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

"

"پروردگار میں نے بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے تا کہ اے پروردگار یہ یہاں نماز قائم کرسکیں۔ لہذا تو لوگوں کے دلوں کو اسکا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے۔ شاید کہ یہ تیرا شکر گزار بنیں (سورۃ ابراہیم 17)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت بی بی ہاجرہ اور دودھ پیتا بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے رخصت ہوتے ہوئے ایک چمڑے کا تھیلا جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور پانی کا ایک مشکیزہ حضرت ہاجرہ کو دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانے کے بعد حضرت ہاجرہ اپنے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہیں اور کھجور کھاتی رہیں اور جب پانی کھجور ختم ہو گیا تو انکو اور بچے کو پیاس لگنا شروع ہوا تو وہ پانی کے لئے تڑپنے لگیں اور اس طرح پہاڑی کی ذو بلندیوں کوہ مروہ اور کوہ صفا کا چکر لگاتی رہیں۔ لیکن انہیں نا ہی کوئی انسان دکھائی دیا اور نا ہی کوئی کھانے پینے کی چیز۔ یکا یک انہوں نے جہاں بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے ایڑی رگڑ رہے تھے ایک فرشتے کو دیکھا (ابراہیم بن نافع اور ابن جریج کی روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا) کہ وہ اپنی ایڑی یا بازو سے زمین کھود رہے

ہیں یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ اس طرح بی بی ہاجرہ پانی پینے لگیں اور بچے کو دودھ پلانے لگیں اور پانی کو روکنے کے لئے چاروں طرف سے مٹی سے گھیرنے لگیں۔ یہی پانی آج بھی زمزم کے نام سے مشہور ہے۔

یہ حالت کچھ ہی مدت رہی تھی کہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ گدا کے طرف سے آئے اور مکہ کے نشیبی حصے کے طرف بڑھے۔ انہوں نے یکا یک دیکھا کہ ایک پرندہ ایک مقام کا اردگرد گھوم رہا ہے۔ یہ دیکھکر انہوں نے کہا یہ پرندہ تو پانی کا چکر لگا رہا ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی اس وادی سے گزرے ہیں مگر یہاں کوئی پانی نا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے دو آدمیوں کو اُدھر دیکھنے کیلئے بھیجا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں پانی سچ مچ موجود ہے۔ اسکے بعد آہستہ آہستہ جرہم کی آبادی بڑھنے لگی۔ جرہم کے لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں حضرت ہاجرہ کو بہت ملنسار اور خوش اخلاق پایا اور اسطرح وہ سب ساتھ ساتھ رہنے لگے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان ہی لوگوں میں پلے بڑھے اور ان ہی سے عربی سیکھی۔ جُرہمیوں کو یہ لڑکا بہت پسند آیا اور وہ چاہنے لگے کہ ان ہی کے ہاں اس لڑکے کی شادی ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ کو اس ویران وادی میں چھوڑ ان سے بے پرواہ نہیں ہو گئے تھے بلکہ وقتاً فوقتاً خبر گیری کے لئے آتے قیام فرماتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس ویران جگہ پر اپنی بیوی اور اپنے دودھ پیتے بچے کو چھوڑتے وقت یہ دعا مانگی تھی۔

"اے میرے اللہ اس کو پرامن شہر بنا دے"

ٹھیک اسی دعا کے مطابق وہی سنسان مقام اب ایک بستی بن چکا تھا۔

اسکے بعد وہ واقعہ پیش آیا جو تاریخ انسانی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا یعنی حضرت ابراہیمؑ اپنے بڑھاپے کی پہلی اولاد اپنے پیارے اور اکلوتے بیٹے کو ایسی حالت میں

جبکہ وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ رہا تھا۔ اپنے رب کا اشارہ پاتے ہی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قرآن میں یہ وقعہ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ط قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ. فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ. وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ هل. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ. وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ.

(سورہ الصٰفٰت 107-102)

"پھر جب وہ لڑکا اسکے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا" بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے".

اس نے کہا" ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالئے۔ آپ انشاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا اور ہم نے اسکو ندا دی کہ" اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں یقیناً یہ کھلی آزمائش تھی۔" اور ہم نے ایک بڑی قربانی ھدیئے میں دیکر اس بچے کو چھڑا لیا۔"

یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا اور ابراہیم علیہ السلام جس مقام پر اپنے بیٹے کو قربانی کے لئے لے گئے تھے وہ منیٰ کا مقام تھا۔ جہاں آج تک اسی تاریخ 10 ذی الحجہ کو قربانی کی جا رہی ہے۔ اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر 12 یا 13 سال سے زیادہ نہ تھی۔

معتبر روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اسکا سنگ خانۂ کعبہ میں حضرت عبداللہ زبیرؓ کے زمانہ تک محفوظ تھا۔ بعد میں جب حجاج بن یوسف نے حرم میں ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ کو مسمار کردیا تو تو وہ سنگ بھی ضائع ہوگیا۔ ابن عباسؓ اور عامر شعبیؒ دونوں نے اس امر کی شہادت دی ہے کہ انہوں نے خود خانہ کعبہ میں یہ سنگ دیکھے ہیں۔

فضیلت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت عطا فرمائی وہ پچھلے صفحات میں پوری طرح عیاں ہوچکی ہیں انکو علیہ السلام جو نامور اور برگزیدہ اولاد عطا فرمائی اور انکی نسل در نسل میں جس طرح سلسلۂ نبوت جاری رہا وہی آپکی علیہ السلام فضیلت وعظمت کے لئے کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو جو رتبہ عالی عطا فرمایا وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ برگزیدہ اولاد تو اس کرامت کا ایک حصہ ہے جو آپؑ کے حصہ میں آئیں تھی اب ہم ترتیب وار آپکےؑ وہ فضائل بیان کریں گے جو قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں۔

1۔ دنیا میں ممتاز اور منتخب افراد:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (سورۃ الِ

عمران 33)

''اللہ نے آدمؑ، نوحؑ اور آلِ براہیم اور آلِ عمران کو تمام دنیا والو پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کے لئے) منتخب کیا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کو (جن میں بنی اسماعیلؑ اور بنی اسحٰق دونوں شامل ہیں) سندِ امتیاز رعطا فرمائی اور بتایا کہ یہ حضرات آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرح دنیا میں چنے ہوئے اور ممتاز افراد تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف انسانیت۔ نبوت سے سرفراز فرمایا۔

2۔ کتاب وحکمت کی نوازش:

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ج فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا (سورۃ النساء 54)

''پھر کیا یہ دوسروں سے اسلئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا۔ اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے ابراہیمؑ کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخش دیا۔''

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر تین عظیم انعامات کا ذکر کیا ہے۔

.1 انہیں کتاب دی: دنیا میں جتنی الہامی کتابیں ہیں وہ سب ابراہیمؑ اور انکی اولاد پر نازل کی گئیں۔ ان میں سے معلوم ومشہور حسب ذیل ہیں۔

صُحفِ ابراہیمؑ : جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(ii) زبور: جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔

(iii) تورات: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی

(iv) انجیل: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی

(v) قرآن مجید : دنیا کے لئے آخری کتاب ہدایت

جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

.2 انہیں حکمت دی گئی: آج دنیا میں عقل ودانش کی جتنی بھی تعلیمات پائی جاتی ہیں اور اخلاق فاضلہ کی جتنی نشانیاں پائی جاتی ہیں وہ سب ان ہی انبیاء علیہ السلام کے ذریعے دنیا کو ملیں جو حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

.3 انہیں ملک عظیم بخش دیا: حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور آخر میں نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس شان کا اقتدار عطا کیا اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ جو نظام ان برگزیدہ انسانوں نے قائم کیا اس جیسا نظام قائم کرنا تو بہت بڑی چیز ہے اسکی ایک جھلک دیکھنا ہی اس دنیا کی سب سے بڑی ضرورت و خواہش ہے۔

خدا سے انعام یافتہ : ایک دسری جگہ ارشاد فرمایا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ ق وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ز وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ط إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا (سورۃ مریم 58)

'یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور ابراہیم کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے اور یہ انلوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان

کا یہ حال تھا کہ جب رحمٰن کی آیات انکو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے تھے۔"

یہاں پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ اسلئے قارئین یہ آیت تلاوت کرتے وقت سجدہ کرلیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کے سب سے زیادہ حقدار

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کے سب سے زیادہ حقدار حضرت نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات ہیں کیونکہ جس دعوت کے حضرت ابراہیمؑ علم بردار تھے اس دعوت کو بلند کرنے والے اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے مبارک ساتھی ہیں دوسرے تمام لوگ کو حضرت ابراہیمؑ کے صرف نام کی نسبت ہے۔

اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ط وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (سورۃ آل عمران 68)

"ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو انلوگوں کو پہنچتا ہے جنہوں نے اسکی پیروی کی اور اب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اللہ صرف انکا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہوں"

پھر دوسرے مقام پر دوسری دلائل دیتے ہوئے فرمایا

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ط وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ھلا ۱۲۰
شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ط اِجۡتَبٰٮهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۱۲۱ؕ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى
الدُّنۡيَا حَسَنَةً ط وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ھط ۱۲۲ ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ

اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ(سورۃ النحل 123-120)

”واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا اللہ کا مطیع فرمابردار اوریکسووہ کبھی مشرک نا تھا اللہ کی نعمتوں کا شکریہ کرنے والا تھا۔ اللہ نے اس کو منتخب کر لیااور سیدھا راستہ دکھایا۔ دنیا میں اسکو بھلائی دی اور آخرت میں یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔ ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہوکر ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلو اور وہ مشرکوں میں سے نا تھا۔“

پھر فرمایا:

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۵ ج دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ج وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۶۱۵ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هلا ۱۶۲ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ(سورۃ الانعام 163-161)

”اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے بالکل ٹھیک دین جس میں تیڑھ نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ جسے یکسو ہوکر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نا تھا۔ کہو میرا نماز، میرے تمام راسم عبودیت میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے جسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں“

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی اُس سلسلۂ الذہب کی کڑی ہیں جو نوحؑ سے شروع ہوکر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگیا ہم نے ان سب انبیاء کو جو اس سلسلہ سے منسلک ہیں اپنی وحی سے نوازا اور ان سب کے سپرد ایک ہی کام دیا اور وہ تھا

اقامت دین۔ جب سب جلیل القدر انبیاء کا فرض تھا کہ وہ دین کو قائم کریں تو اس کی جانشین اور وارث امت مسلمہ کا یہ اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ دین کو قائم کرے۔

دین کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین اپنی صحیح اور مکمل شکل میں اس دنیا میں ظاہر ہو جائے اور دنیا کا پورا نظام زندگی اسکے تابع ہو کر رہے اور اسکی ہدایت کے مطابق چلے۔ ہر جگہ اسی کا سکّہ چلے اسی کے احکام نافذ ہوں اور زندگی کا کوئی گوشہ اسکی گرفت سے آزاد نا ہو۔ جو قوم اس فریضہ کو انجام دے دراصل وہی ملت ابراہیم علیہ السلام ہے وہی امت مُسلمہ ہے اور وہی جانشین انبیاء ہے اگر یہ نہیں تو نام کچھ بھی رکھ لو اللہ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں۔

صالحین کے لئے خوشخبری:

جو لوگ ایمان لائے عمل صالح اختیار کئے اور اطاعت و فرماں برداری کی راہ اختیار کی۔ انکے لئے خوشخبری ہے کہ

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا

(سورۃ مریم 60)

"البتہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کرلیں۔ جنت میں داخل ہونگے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نا ہو گی"

امت مسلمہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت

وَجَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ

مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵لا مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ صلے ج فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ط هُوَ مَوْلٰىكُمْ ج فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (سورۃ الحج 78)

"اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں اپنے کام کے لئے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر ۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس میں (قرآن) میں بھی تمہارا نام یہی ہے ۔ تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ۔ پس نماز قائم کرو ۔ زکوۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ وہ ہے تمہارا مولیٰ بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار"

یہاں اللہ تعالیٰ نے وہ مقصد بھی بتا دیا جسکے لئے ابراہیم علیہ السلام زندگی بھر کام کرتے رہے اور امت مسلم کی ذمہ داری بھی بتائی ابراہیمؑ کا مقام بھی بتا دیا اور کام بھی آپ کی متبع ہونے کی حیثیت سے امت مسلم کا وہ مقام ہے اور اسکو جو کام انجام دینا ہے وہ بھی بتا دیئے ۔

1. جہاد فی سبیل اللہ: پہلی بات یہ بتائی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی اللہ کی دین کے لئے وقف کر دی ۔ اپنا مال، اپنی جان، اپنی صلاحیت، اپنی اولاد اپنے اوقات سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دیئے ۔ اب انکی ملت میں ہونے کا حق یہ ہے کہ تم بھی اپنی جان و مال، عزت و دولت، وقت صلاحیت سب کچھ اللہ کے دین کے لئے وقف کر دو ۔

2. چنندہ امت: دوسری بات یہ بات بتائی کہ اللہ نے تمہیں اس کام کے لئے چن

لیا ہے۔ یہ مرتبہ و مقام تمہیں صرف اسلئے ملا ہے کہ تم ملت ابراہیم سے تعلق رکھتے ہو۔

3. مسلم: تیسری بات یہ بتائی کہ اللہ نے اس ملت کا نام مسلم رکھا ہے تم سے پہلے جتنے لوگ اس کام کے لئے آگے بڑھے سب "مسلم" تھے اور اب یہ خطاب تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ یہ خطاب مسلم یعنی بندۂ فرمانبردار وہ لقب ہے جس پر ایک انسان جتنا ناز کرے کم ہے۔

4. ابلاغ دین: چوتھی بات یہ بتائی کہ جس طرح نبی نے اپنے قول سے اپنی فعل سے۔ اپنے عمل سے، اپنے طریقے سے اپنے گفتار سے اپنے کردار سے اپنے سلوک سے اللہ کا دین تم تک پہنچایا ٹھیک اسی طرح سے تم بھی دوسروں تک اللہ کا دین پہنچاؤ۔

5. شعائر امت مسلمہ: پانچویں بات یہ بتائی کہ امت مسلمہ کی حیثیت سے تمہارے شعار نماز قائم کرنا زکوۃ ادا کرنا اور اللہ سے پوری طرح وابستہ ہو جانا ہے۔ اور آخر میں فرمایا کہ اگر تم ان فرائض کو پوری طرح ادا کرتے رہے تو اللہ کی نصرت و حمایت تمہیں حاصل رہے گی اور اللہ جسکا مولیٰ ہو اسے کسی دوسرے حامی و مددگار کی ضرورت نہیں وہ سب سے بڑھ کر اور بہتر آقا و مولیٰ ہے۔

پھر دوسرے مقام پر امت مسلمہ کی تفصیل یوں بیان کی

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

(سورۃ الشوریٰ 13)

"اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جسے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جسکی ہدایت ہم ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکے ہیں۔ اس تاکید کے ساتھ

کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نا ہو جاؤ"
یعنی ابراہیم علیہ السلام اس میں سلسلہ کی کڑی میں جو نوح علیہ السلام سے شروع ہو کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔

نعمت حج

کعبۃ الحرام کو جب اللہ تعالیٰ نے یہ مرکزیت وحیثیت عطا کی تو اسی کو برقرار رکھنے کے لئے اور قیامت تک کیلئے اسکا فیض جاری رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب اسکی زیارت کے لئے حج کا اعلانِ عام کردو۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

(سورۃ حج 27)

"اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل چل کر اور اونٹوں پر سوار آئیں"

اور اس اعلان عام کے ساتھ ایک ایسا فریضہ قرار دیا کہ جو شخص استطاعت کے باوجود اس گھر کی زیارت نا کرے تو وہ اللہ کی نظر میں اس نے کفر کا ارتکاب کیا پھر ان الفاظ میں ارشاد ہوا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ آلِ عمران 97)

"اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ حج کرے

اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اُسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے"

پاکیزگی حرم:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (سورۃ الحج 26)

"یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نا کرو اور میرے گھر کی طواف کرنے والوں اور قیام ور کوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو"

پھر فرمایا

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (سورۃ البقرہ 125)

"اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کو ہدایت کی کہ میرے اس گھر کی طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو"

سفر حج کے ضابطے:

1۔ شہوانی باتوں سے مکمل اجتناب

2۔ نافرمانی سے مکمل احتراز

3۔ جھگڑوں سے پاک

4۔ تقویٰ: اور آخر میں ایسی جامع ہدایت دی جو مندرجہ بالا ہدایتوں پر بالا بھی ہے اور سب کی جڑ بھی ہے۔ فرمایا

"سفر حج کے لئے زادراہ ساتھ لے جاؤ اور سب سے بہتر زادراہ پرہیزگاری ہے (یعنی تقویٰ)

حج کی ترتیب

حج کی فرضیت: اسکی اہمیت اور اسکے فوائد کے بعد اب مختصراً اسکی ترتیب بھی کچھ سمجھ لینی چاہئے۔ تاکہ اسلام کی اس پانچویں رکن کی مکمل تصویر سامنے آجائے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ حج کے لئے لوگوں میں منادی کردیں کہ اس گھر کی زیارت کے لئے تمام اصحابِ استطاعت اہل ایمان آئیں۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

(سورۃ حج 27)

"اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں"

اسی پکار کے جواب میں چار ہزار سال سے زیادہ سے مسلسل دنیا کے ہر کوئی اہل ایمان اپنے مرکز ایمان کی طرف سمٹ سمٹ کر آتے ہیں اور دولتِ ایمان ویقین سے مالا مال ہو کر اور بخششِ رب سے جھولیاں بھر بھر کر اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

ترتیب:-

1. احرام وتلبیہ:

جو شخص حج کا ارادہ کرتا ہے وہ نہا دھو کر پاک صاف ہو کر اپنے گھر سے نکلتا ہے اور ایک خاص حد پر جس کو میقات کہتے ہیں اپنا لباس تبدیل کرتا ہے۔ یہ میقات چاروں طرف سے آنے والوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مقرر کی گئی ہے یہاں پہنچ کر زائرین احرام

باندھتے ہیں جو ایک سادہ بے سلی چادر اور ایک تہہ بند پر مشتمل ہوتا ہے۔ احرام باندھنے کے بعد حاجی اس پوزیشن میں ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے داعی اعظم حضرت ابراہیمؑ کی پکار کا جواب دے چنانچہ وہ پکار پکار کر کہتا ہے۔

"لبیك اللھم لبیك لا شریك لك۔

"حاضر ہوں میرے اللہ حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ یقینا تعریف صرف تیرے ہی لئے ہے۔ نعمت سب تیری ہے اور ساری بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں"

.2 منیٰ میں کیمپ: اسکے بعد 8 ذی الحج کی صبح کو منی کے میدان میں پڑاؤ ڈالنا اور کیمپ کی زندگی کا آغاز کرنا۔ خدا کے حکم کی تعمیل میں گھر بار سب کچھ چھوڑ کر عیش و آرام کو قربان کر کے عزم کا اظہار۔

9 ذی الحج کو منیٰ سے میدان عرفات کی جانب کوچ کرنا اور پھر وہاں سے مغرب بعد مزدلفہ کی طرف کوچ کرنا اور پھر یہاں ہی ساری رات بسر کرنا۔

.4 مزدلفہ میں شب گزاری کرنا:-

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ج وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۱۹۸ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۹۹ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ط فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۲۰۰ وَمِنْهُمْ مَّنْ

يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(سورۃ البقرہ 202-198)

"اور اگر حج کے ساتھ ساتھ اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے چلو تو شعر الحرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اسطرح یاد کرو جسکی ہدایت اس نے تمہیں دی ہے۔ یقیناً اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔ پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو اور اللہ سے معافی چاہو۔ یقیناً وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو تو جس طرح پہلے اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے تھے اس طرح اب اللہ کا ذکر کرو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (مگر اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں میں بہت فرق ہے ان میں سے تو کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکانے میں دیر نہیں لگتی"

اس میں بس مجمل طور پر اشارہ کر دیا کہ پہلے عرفات سے واپس ہو۔ پھر مزدلفہ میں ٹھہرو۔ پھر وہاں سے واپس ہو کر ارکان حج مکمل کرو۔ اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کردہ ترتیب حج

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کی جو ترتیب سکھائی وہ یہ تھی۔

1۔ 8 ذی الحجہ کو احرام باندھ کر صبح ہی منیٰ پہنچا جائے اور ایکدن رات وہیں ٹھہرا جائے۔

2۔ 9 ذی الحجہ کو نماز فجر کے بعد منیٰ سے رانہ ہو کر میدان عرفات زوال سے پہلے پہنچ جائے اور وہاں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے۔

3۔ 9 ذی الحجہ کو مغرب کے وقت روانہ ہو کر رات مزدلفہ میں بسر کرے اور اس رات کو محض خواب و آرام میں نہ گزار دے بلکہ وہاں بھی اللہ کو یاد کرے اور بخشش رب طلب کرے۔

4۔ 10 ذی الحجہ کو فجر نماز پڑھکر مزدلفہ سے منیٰ کے لئے واپس روانہ ہو اور وہاں پہنچ کر پہلے قربانی کرے پھر نہا دھو کر بال کٹوا کر احرام اتارے اور کپڑے بدلے۔

5۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد 10۔ 11 اور 12 ذی الحجہ تک رمی جمار کرے۔

6۔ 10 ذی الحجہ کو اس سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظّمہ میں بیت اللہ جا کر حاضری دے وہاں طواف کرے اور سعی کرے جس گھر تک پہنچنے کی آرزو لے کر اس دور دراز سفر کو اختیار کیا تھا۔ اس گھر پر پہنچنے کے بعد اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اللہ کی بخشش عام سے جھولیاں بھر کر منیٰ میں واپس آئے۔ یہی وہ سعادت ہے جسکا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا۔

"حج مبرور کا صلہ تو بس جنت ہے"

پھر دوسری جگہ فرمایا:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ"

"جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس میں شہوت اور فسق و فجور سے پرہیز کیا وہ اس طرح پلٹا جیسے آج ہی اپنی ماں سے پیدا ہوا ہے"

ابوالانبیاء جدالمصطفیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نسب: آپ علیہ السلام کے والد جناب تارخ نہایت عابد زاہد نیک تھے۔ پہاڑوں پر اکیلے عبادت کرتے اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تارخ ابن ناحور کے فرزند ہیں آپ علیہ السلام کا نسب حسب ذیل ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام (عمر 200 سال) بن تارخ (عمر 250 سال) بن ناحور (عمر 138 سال) بن ساروغ (عمر 230 سال) بن ارغوا (عمر 239 سال) بن فالغ (عمر 439 سال) بن عامر (عمر 464 سال) شالخ (عمر 433 سال) بن ارفخشنہ (عمر 438 سال) بن سام (عمر 600 سال) بن نوح علیہ السلام (عمر 1780 سال)

(ملاحظہ ہو تاریخ طبری لابن جریر طبری)

سیدنا نوح علیہ السلام (عمر 1780 سال) بحکم خداوندی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ط

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ (سورہ عنکبوت 14

ابوالانبیاء جدالمصطفیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش طوفان نوح کے 1709 سال بعد

اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً 2300 سال پہلے سرزمین عراق کے شہر بابل کے قریب قصبہ کوئی میں ہوئی (تفسیر عزیزی)

شہر بابل بغداد شریف اور کوفہ کے درمیان واقع ہے اب وہ جگہ ویران ہو چکا ہے۔ پھر آپ کے والد جناب تارخ آپ کو اپنے ہمراہ بابل لے آئے جہاں نمرود کی حکومت تھی اور وہیں بس گئے واللہ اعلم (تفسیر اشرفی تفسیر نعیمی اور تفسیر الحسنات) سیدنا ابراہیمؑ کے علاوہ باقی سب بت پرست تھے۔ آپ علیہ السلام کا چچا آزر بت پرستوں کا سردار تھا۔ اسی نے سیدنا براہیم علیہ السلام کی پرورش کی تھی اسی لئے آزر کو آپ علیہ السلام کا عرفی باپ کہا گیا ہے۔ (نوٹ: کچھ کتابوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر بھی آیا ہے) سیدنا ابراہیم علیہ السلام تین بھائی تھے۔ (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام، (2) ہاران اور (3) ناحور۔ حضرت لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے یعنی ہاران بن تارخ کے بیٹے ہیں۔ خیال رہے کہ ہاران سیدنا ابراہیمؑ کے چچا کا نام بھی ہے۔ حضرت سارہؓ کا باپ تھے۔

آزر کون تھا؟ : آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے آپکے باپ کا نام تارخ ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سفر ہجرت:-

.1 ار سے بابل 225km تقریباً

2۔ بابل سے حران 900km تقریباً

3۔ حران سے حلب 300km تقریباً

4۔ حلب سے القدس 600km تقریباً

5۔ القدس سے الخلیل 35km تقریباً

6۔ الخلیل سے مصر 500km تقریباً

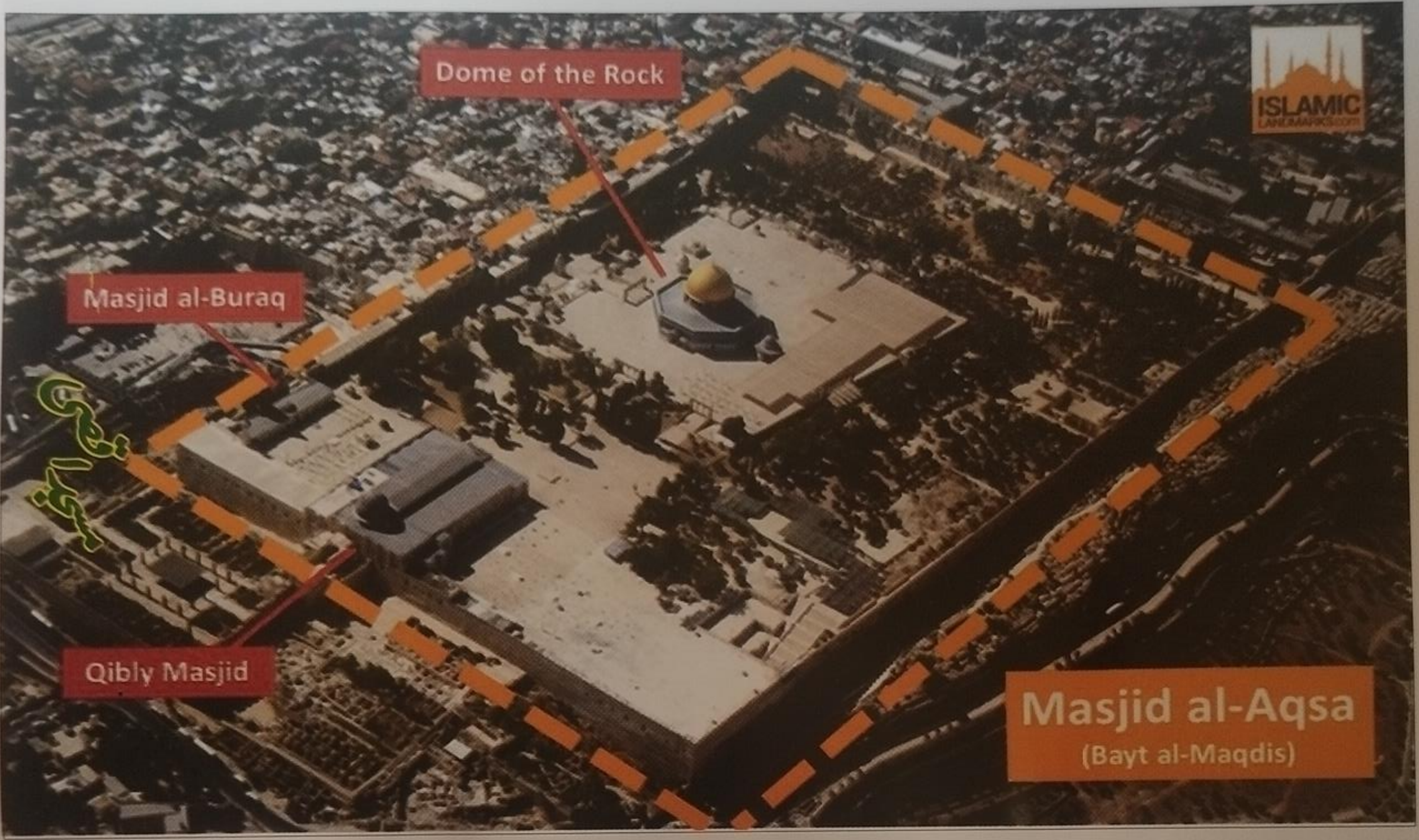
Dome of the Rock
Masjid al-Buraq
مسجد اقصی
Qibly Masjid
Masjid al-Aqsa
(Bayt al-Maqdis)
ISLAMIC LANDMARKS.com

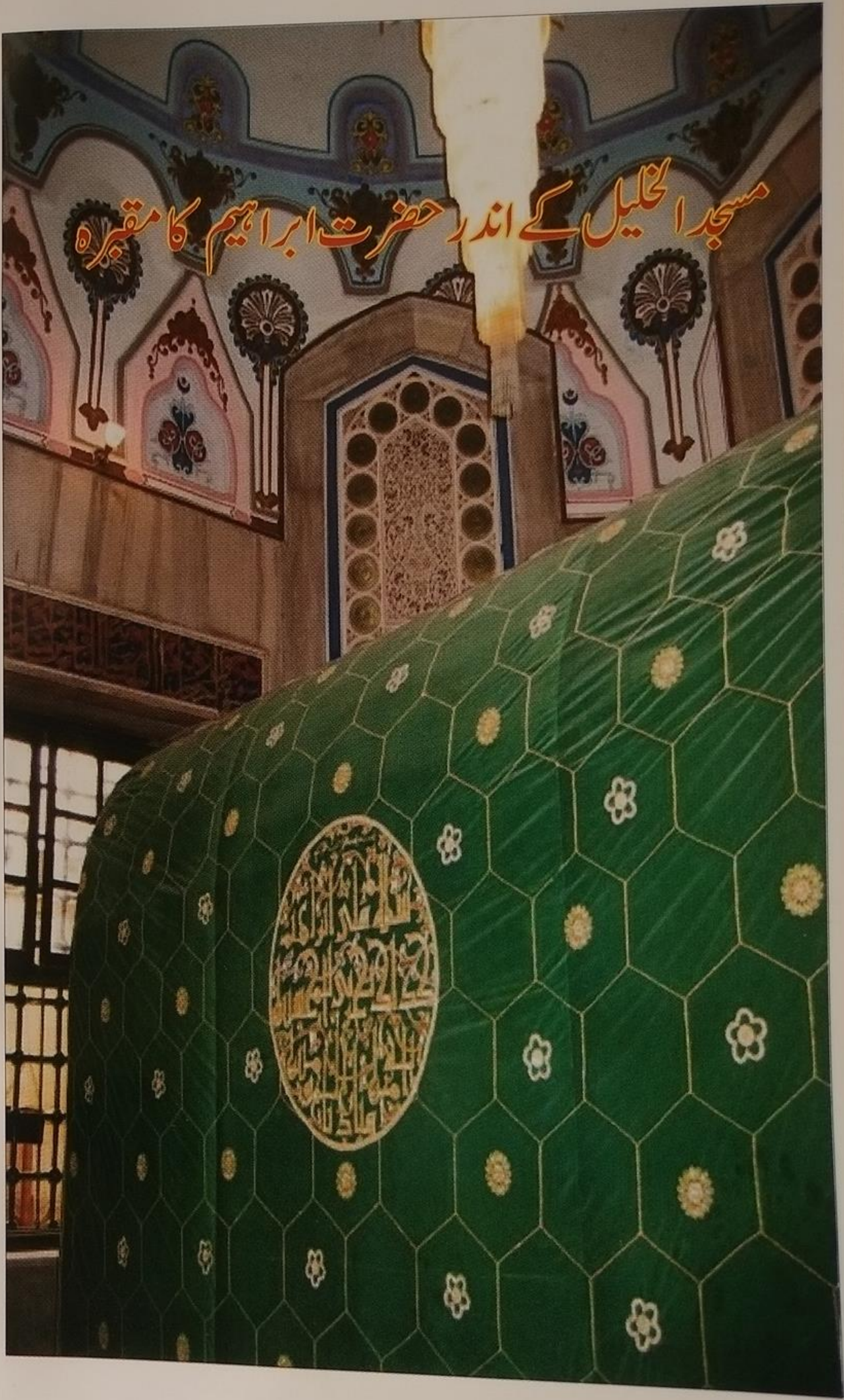

مسجد الخلیل کے اندر حضرت ابراھیم کا مقبرہ

7۔الخلیل سے مکۃ المکرمہ 1450km تقریباً

مصر سے جب چار افراد سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ ؓ، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ ؓ روانہ ہو کر فلسطین پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان علیہ السلام کی قدر و منزلت کو سمجھا اور انکے آنے کو باعث برکت سمجھا اور بہت سی زمین آپ علیہ السلام کی خدمت میں بطور نذر پیش کی۔اس زمین میں کھیتی باڑی سے اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا فرمائی۔آپ علیہ السلام کے پاس غلہ اور جانور کافی مقدار میں ہو گئے۔والدہ ماجدہ :کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام بون بنت کرنابن گوئی تھا اور یہ قبیلہ بین ارفحشد بن سام بن نوح علیہ السلام سے تھیں۔اس زمانے میں لوگوں کے کئی کئی نام ہوا کرتے تھے بعض نام زیادہ مشہور ہو جاتے تھے اس لئے کتابوں اور تذکروں میں مختلف نام بیان کئے جاتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کے معنی ہیں یعنی مہربان باپ آپ علیہ السلام بچوں پر بہت مہربان تھے نیز مہمان نوازی اور رحم کرم میں آپ علیہ السلام مشہور ہیں۔اسی لئے آپ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کہا جاتا ہے۔امام احمد نے اپنی مسند اور حاکم اور بیہقی وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے مردہ بچوں کی پرورش عالم برزخ میں سیدنا ابراہیمؑ اور آپؑ کی بیوی حضرت سارہ ؓ ہی فرماتی ہیں (تفسیر عزیزی)

نمرود کون تھا؟:نمرود مشہور و معروف ضحاق بادشاہ تھا۔بعض اہل علم کا کہنا ہیکہ نمرود کا تعلق قبیلہ بنوراسب سے تھا جسکی طرف سیدنا نوحؑ کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔نمرود ابن کنعان بابل کا بادشاہ تھا جس نے تاج پہنا اور رعایہ پر ظلم وستم کیا۔خدائی کا دعویٰ کیا اس ظالم کے حدود میں مکھی مچھر یا موذی جانور داخل نہیں ہو سکتے تھے سارے جہاں کی بادشاہت اسکو ملی۔اسکی عمر 800 برس تھی۔400 برس اس نے اپنی بادشاہت رعب و دبدبہ میں گزارے اور 400 برس مچھروں نے اسے کاٹا اور اسکے ناک کے راستے

سے مچھر اسکے دماغ میں گھس گیا وہ اپنے سر پر جوتے لگواتا رہا اس نے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کرنے کیلئے بلند قلعہ بنوایا تھا اسکا دارالخلافہ ملک عراق کے شہر بابل میں تھا۔ (تفسیر کبیر۔روح المعانی اور روح البیان)

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ

آگ میں ڈالے جانے کے وقت سیدنا ابراہیمؑ کی عمر 16 سال تھی (تفسیر مظہر القرآن) سیدنا براہیم علیہ السلام و آگ میں جلانے کیلئے جو چہار دیوار بنائی گئی اسکی مقدار حضرت ابن عباسؓ کے مطابق اسکی بلندی 45 فٹ چوڑائی 30 فٹ اور طول 45 فٹ تھی (تفسیر کبیر) جب تمام لوگوں نے مل کر 40 دن محنت کر کے کثیر مقدار میں لکڑیاں جمع کرلیں تو آگ جلادی گئی۔ آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگی اتنی عظیم اور شدید آگ اٹھی تھی کہ اسکے اوپر سے فضا میں بھی کوئی پرندہ نہیں اڑسکتا تھا۔ بارش کا فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالے جانے کے وقت منتظرانہ حالت میں کہہ رہا تھا کہ کب مجھے حکم ہو کہ میں بارش برسا کر آگ کو ٹھنڈا کردوں اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں حسبنا اللہ، نعم الوکیل یعنی میرا اللہ مجھے کافی اور وہی بہتر کارساز ہے۔ سبحان اللہ اللہ پر کتنا بھروسہ ہے۔ جب آپؑ کو آگ میں ڈال دیا گیا تو اللہ نے آگ کو حکم دیا:

"یا نار ...... علی ابراھیم (سورۃ انبیاء 79)

"یعنی اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا۔ جب آپ علیہ السلام پر آگ گلزار بن گئی۔"

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا وصال

حبرون نامی بستی میں حضرت سارہؓ وصال فرما گئیں۔ وصال کے وقت انکی عمر 127 برس تھی۔ آپکی وفات پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بڑا صدمہ ہوا۔

بستی حبرون اردن کے مغربی کنارہ کے علاقے میں ہے جس پر غاصب اسرائیلیوں نے 1967ء کی جنگ سے قبضہ کر رکھا ہے۔ بستی حبرون کو الخلیل اور مسجد ابراہیمی بھی کہتے ہیں۔ الخلیل بیت المقدس سے قریب 35 km جنوب میں ہے۔ تقریباً 4000 سال پہلے سیدنا ابراہیم یہاں آئے اور ان ہی کے لقب سے الخلیل موسوم ہے۔ یہاں ایک غار (صغارہ مکفیلہ) میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحٰق علیہ السلام اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی قبریں ہیں۔ حضرت سارہؓ زوجہ سیدنا ابراہیمؑ، ریقہؓ زوجہ سیدنا اسحٰق علیہ السلام۔ ایلیاؓ زوجہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی غار کے اندر ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے یہاں سب سے پہلے حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے پھر تیراہ سال بعد حضرت سارہؓ کے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے جناب یقطن کی بیٹی قنطور سے شادی کی جن کے بطن سے 6 بچے پیدا ہوئے۔ جسکا نام ۱۔ مدین، ۲۔ زمران، ۳۔ سرج، ۴۔ یقیشان ۵۔ نشق اور چھٹے کا نام معلوم نہیں۔ پھر اسکے بعد آپ علیہ السلام نے حجون بنت امین سے شادی کر لی جنکی بطن سے پانچ بچے پیدا ہوئے (قصص انبیاء)

مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ کرہ ارض کا وسط اور اسکا درمیانی مقام ہے اللہ تعالیٰ نے اس پاکیزہ شہر کو اپنے مقدس گھر کے لئے منتخب فرمایا اور حضور نبی آخر الزماں سرور دو عالم کی پیدائش اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا شرف عظیم بھی اسی مبارک شہر کو حاصل ہے۔ مکہ مکرمہ کو ایسی حرمت سے سرفراز فرمایا گیا کہ جو بھی اس حرم پاک میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ یہی وہ باعظمت شہر ہے جسکی حرمت کی قسم رب ذوالجلال نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔ جس کا ذکر سورہ بلد اور سورہ تین میں ہے۔ اسی شہر کی مسجد حرام میں ایک نماز کا اجر و ثواب ایک لاکھ گنا ہے۔ اسی بابرکت شہر میں وہ قبلہ ہے جسکی جانب رخ کرنا تمام نمازوں میں ضروری ہے اور قضائے حاجت کے وقت اسکی طرف رخ کرنا یا پشت کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی شہر کو یہ امتیازی شان بھی حاصل ہے کہ کسی برے کام کے محض ارادے پر بھی اللہ کی جانب سے سزا کی وعید ہے۔ یہ ایسا پر کشش شہر ہے جو دلوں کو مقناطیس کی طرح کھینچتا ہے یہ ایسا بہترین چشمہ ہے جس سے سیرابی ہوتی ہے مگر دل نہیں بھرتا جتنا اسکی زیارت کی جائے اتنا ہی شوق بڑھتا جاتا ہے۔ اس شہر امن کی یہ امتیازی خصوصیت بھی ہے کہ قیامت کے قریب جب فتنوں کا ظہور ہوگا تو اس شہر کی حفاظت فرشتے کریں گے اور یہاں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شہر ایسا نہیں ہے جہاں دجال نا پہنچے سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے انکے ہر راستہ پر فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہو کر انکی حفاظت کر رہے ہونگے (صحیح بخاری)

مکہ مکرمہ اور میقات کا درمیانی فاصلہ تقریباً

ا۔ قرن المنازل مسجد سہل کبیر 80 KM خلیج اور ریاض اور طائف کے راستے آنے والوں کے لیئے میقات ہے۔

2۔ ذرن عرق (ضربیہ) 90 KM اہل عراق اور اس سمت سے آنے والوں کے میقات ہے۔

3۔ یلملم 100 KM اہل یمن اور جنوب کی سمت سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

4۔ جحفہ 187 KM مصر، شام سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

5۔ ذوالحلیفہ 410 KM مسجد نبوئی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے 10 KM کے فاصلہ پر واقع ہے مدینہ کے باشندوں اور اس سمت سے مکہ جانے والوں کے لئے میقات ہے۔

میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مکہ معظّمہ جانے والوں کے لئے احرام باندھنا ضروری ہے۔

حرم کی حدود سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق مقرر فرمائی اور پتھر نصب فرمائے۔ مکہ فتح ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم بن اسد خزاعی کو بھیجا تو انہوں نے حرم کی حدود کی تجدید کی۔ حرم کے نشانات کی تعداد 943 تھی جن میں کچھ پہاڑوں پر تھے کچھ گھاٹیوں پر اکثر نشانات مٹ چکے ہیں۔ حرم کا کل رقبہ 550 مربع کیلومیٹر ہے (تاریخ مکہ)

مکہ معظّمہ کے چاروں طرف میلوں تک اسکے حدود ہیں اور یہ زمین حرمت و تقدس کی وجہ سے حرم کہلاتی ہیں اس سرزمین پر غیر مسلم کا داخلہ ممنوع ہے۔

کعبہ شریف کے تعمیر کنندگان

1. فرشتے
2. سیدنا آدم علیہ السلام
3. سیدنا شیث علیہ السلام
4. سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام
5. قوم عمالقہ
6. قبیلہ جرہم
7. قصی بن کلاب
8. قریش مکہ
9. حضرت عبداللہ بن زبیرؓ 65ھ
10. حجاج بن یوسف 74ھ
11. سلطان مراد ترقی 1040ھ
12. شاہ فہد بن عبدالعزیز 1417 ھجری (1996ء) ترمیم وتوسیع

کعبہ کی عمارت

1. کعبہ شریف کی بلندی 14 میٹر
2. ملتزم کی جانب کعبہ کی لمبائی 12.84 میٹر

3. حطیم کی جانب کعبہ کی لمبائی 11.28 میٹر
5. رکن یمانی اور حطیم کا فاصلہ 12011 میٹر

سیدنا آدم علیہ السلام کی تعمیر

ابن عساکر وغیرہ سے تفسیر عزیزی میں نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر آئے تو بارگاہ الہٰی میں عرض کیا۔ اے اللہ میں یہاں نا تو ملائکہ کی تسبیح و تکبیر سنتا ہوں اور نا کوئی عبادت گاہ دیکھتا ہوں۔ جیسا کہ آسمان میں بیت المعمور دیکھتا تھا۔ جس کے اردگرد ملائکہ طواف کرتے تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جاؤ جہاں ہم نشان بتاتے ہیں وہاں کعبہ بنا کر اس کے گرد طواف کرلو اور اسکی طرف نمازیں ادا کرو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے رہبری میں خانۂ کعبہ بنایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جنت سے لائے پتھر سنگ اسود کو نصب کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو حج و طواف کے آداب بتائے اور ایک پہاڑی پر جا کر حج کی تکمیل کرادی۔ اسی دوران حضرت حوا علیہا السلام بھی حضرت آدم علیہ السلام کو تلاش کرتی ہوئی اسی پہاڑی پر پہنچیں اس لئے پہاڑی کے آس پاس کے میدان کو میدان عرفات کہنے لگے۔ اب اس پہاڑی کو جبل رحمت کہتے ہیں۔

کعبۃ اللہ کی فضلیت

کعبۃ اللہ شریف اول ہے یعنی بیت المقدس سے پہلے سے ہے سب سے اول کعبہ مقرر ہوا کعبہ ہی مبارک ہے کعبہ ہی جہاں والوں کا ہادی ہے کعبہ تعمیر ابراہیمی ہے۔ کعبہ کے پاس مقام ابراہیم علیہ السلام ہے کعبہ ہی کے پاس حضرت اسمائیل کی ایڑی سے جاری ہونے والا زم زم کا پانی موجود ہے۔ کعبہ کے حطیم میں حضرت اسمائیل علیہ السلام اور ہاجرہؓ کی قبریں ہیں۔ کعبہ کے مطاف میں 400 انبیاء کرام کے مزارات ہیں۔ اسی کعبہ میں حجر اسود اور رکن یمانی ہے۔ اس کے پاس صفا و مروہ پہاڑ ہیں۔ جو شعار اللہ ہیں اسی کا شہر مکہ آخری پیغمبر حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت گاہ ہے اس کے قرب میں منٰی، مزدلفہ اور عرفات متبرک مقامات ہیں۔ اس کا ہمیشہ حج ہوا اور ہوتا رہے گا۔ اسی کا عمرہ ہوا اسی کا طواف ہوا اور ہوتا رہے گا یہیں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ اس کعبہ کی برکت ہے کہ وہاں کوئی پیداوار نہیں لیکن وہاں کبھی قحط نہیں پڑا اور نا کوئی قحط سے مرا۔ اسی کعبہ کی برکت ہے کہ وہاں ہر سال چالیس پچاس لاکھ حاجی وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن نا وہاں وانہ میں کمی آتی ہے اور نا پھلوں میں۔ غرضیکہ یہاں کھلی نشانیاں ہیں جو بیت المقدس میں نہیں ہے۔ بیت المقدس کچھ عرصہ کے لئے قبلہ رہا۔

بیت المعمور: جس طرح زمین میں کعبۃ اللہ کا گھر ہے اس طرح اسکے مقابل آسمان میں بھی بیت المعمور ہے جسکا مرتبہ مقام آسمان میں وہی ہے جو زمین پر خانہ کعبہ کا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ طور آیت (وبیت المعمور) مزید ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر۔

ذوالقرنین کا ایمان قبول کرنا

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام جب کعبہ تعمیر کر رہے تھے روئے زمین کے بادشاہ ذوالقرنین کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا تمہیں اسکی تعمیر کا کس نے حکم دیا ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے تب ذوالقرنین نے کہا کہ آپ علیہ السلام کے قول پر مجھے آگاہی کیسے ہوسکتی ہے۔ اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قول کی شہادت پانچ مینڈھوں نے دی۔ ذوالقرنین مینڈھوں کی گواہی سن کر دولت ایمان سے مالا مال ہوگئے اور پھر ذوالقرنین نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر کعبۃ اللہ کا طواف کیا (قصص الانبیاء)

مسعیٰ (صفا و مروہ)

سعی کی لمبائی 334 میٹر اور چوڑائی 20 میٹر ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا وصال الخلیل یا حبرون غرب اردن میں جس پر اسرائیلوں نے جون 1967ء کی جنگ سے قبضہ کر رکھا ہے۔ الخلیل۔ بیت المقدس سے 35 کلومیٹر جنوب میں ہے۔

خیال رہیکہ سب سے پہلے کعبہ شریف کو غلاف چڑھانے والے کا نام اسعد ہے جو شاہ یمن تھا۔ مدینہ طیبہ کی شہری بنیاد رکھنے والا بھی یہ شخص تھا۔ غلاف کعبہ مصر سے ہر سال بڑی دھوم دھام سے آتا رہا ایک مرتبہ پاکستان کے شہر لاہور سے بھی بن کر آیا تھا۔ لیکن اب غلاف کعبہ سعودیہ میں ہی بنتا ہے۔

تنعیم (مسجد عائشہؓ 7.5KM یہ حرم کی قریب ترین حدود اور میقات ہے۔ جبل عرفات 22KM۔ عرفہ کے معنی پہچاننے کے ہیں۔۔ حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ جنت سے زمین پر اترے تو دونوں ایک دوسرے سے دور تھے بالآخر اسی میدان میں پہنچ کر انہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا تھا۔ اس لئے اس جگہ کو عرفات کہا جانے لگا۔

مسجد حرام (مسجد کعبۃ اللہ)

وہ مسجد جس کعبۃ اللہ واقع ہے جو مسجد دنیا کی تمام مساجد سے افضل ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز کے اجر و ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز پچیس سال چھ ماہ بیس رات کی ان نمازوں کے برابر ہوتی ہے جو عام مساجد میں پڑھی گئی ہوں۔ یہ بات واضح رہے کہ اجر و ثواب کی زیادتی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسجد حرام میں ایک نماز کی ادائیگی ایک سے زائد نمازوں کے قائم مقام بن سکتی ہے۔

نیز ایک نماز کی ادائیگی پرانی نمازوں کی قضاء نہیں بن سکتی۔ لہٰذا اگر کسی کے ذمہ دو نمازوں کی قضاء تھی اور اسنے ایک نماز کی قضاء مسجد حرام میں پڑھی تو یہ ایک ہی نماز کی ادائیگی ہوگی۔ دوسری نماز کی قضاء باقی رہے گی۔ یہ صرف اجر و ثواب کی زیادتی ہے اصل تعداد کی نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت و بزرگی عطا کی تھی یہ اسی کا تقاضہ ہے کہ آپکی رسالت پر ایمان لایا جائے۔ یہ ایمان بالرسول کی تعمیل ہے اور یہ ایک سلسلۂ رسالت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہو کر نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گیا۔

کعبہ

پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ زمزم کی برکت سے جُرہم کے مختلف خاندان آ کر ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس بس گئے تھے اور مکہ آہستہ آہستہ شہر بنتا جا رہا تھا یہ ذکر بھی گزر چکا ہے کہ بی بی ہاجرہؓ کی ملنساری کی وجہ سے ان نو آباد کاروان کے ساتھ دونوں ماں بیٹوں کے تعلقات بہت اچھے ہو گئے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان ہی کے بیچ پلے بڑھے اور جب جوان ہوئے تو انکے بہترین اخلاق اور عمدہ اوصاف کی وجہ کر جرہمیوں کی خود یہ خواہش تھی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ان ہی کی گھروں سے ہو۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی راویت کے مطابق پہلی شادی ان ہی میں سے ایک لڑکی سے ہوئی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ لڑکی پسند نا آنے کے وجہ کر تھوڑے ہی وقفے کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے چھوڑ کر دوسری لڑکی سے شادی کی۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسند کی اور اسی کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بارہ لڑکے پیدا ہوئے۔

حضرت ہاجرہؓ کا انتقال بخاری کی اس روایت کے مطابق اپنے بیٹے کی پہلی شادی کے بعد ہی ہو چکا تھا۔

اسکے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام جس کام کے لئے مکہ تشریف لائے جس کی خاطر انہوں نے تقریباً تیس 30 برس پہلے اپنی پیاری سی چیز کو یہاں بے آب گیاہ وادی میں لاکر بسایا تھا۔ بخاری میں ابن عباسؓ کی راویت کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے پاس درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر بنا رہے تھے کہ یکا یک حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں پہنچے حضرت اسماعیل علیہ السلام انہیں دیکھتے ہی احتراماً کھڑے

ہو گئے اور دونوں باپ بیٹے کی طرح ملے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا۔ آپ کے رب نے جس کام کا حکم دیا ہے آپ اسے ضرور کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم اس میں میری مدد کرو گے؟۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا جی ہاں میں آپکی مدد کرونگا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وادی کے اس حصہ طرف اشارہ کیا جو اپنے گرد پیش کی زمین سے کچھ اٹھا ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ دونوں باپ بیٹے نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر وغیرہ لاتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے نصب کرتے جاتے تھے۔ دیواریں کافی بلند ہو گئیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پتھر اٹھا لائے جو مقام ابراہیم علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر اور اونچائی کے لئے پتھر نصب کرنے شروع کر دیئے اور دیواروں کو مزید بلند کیا۔ جو مکمل ہونے کے بعد خانۂ کعبہ کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہوا۔

عرب اور پوری دنیا میں کعبہ کی حیثیت

یہ عمارت محض ایک عبادت گاہ ہی نا تھی جیسے مسجد ہوا کرتی ہے اول روز سے ہی اس کو دین اسلام کی عالمگیر تحریک کا مرکز تبلیغ واشاعت قرار دیا گیا اور اسکی غرض یہ تھی کہ ایک خدا کو ماننے والے ہر جگہ سے کھینچ کھینچ کر یہاں جمع ہوا کریں مل جل کر خدا کی عبادت کریں اور اسلام کا پیغام لیکر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں۔ یہی اجتماع تھا جسکا نام حج رکھا گیا۔

کن جذبات اور کن دعاؤں کے ساتھ دونوں باپ بیٹے نے اس عمارت کی دیواریں اٹھائیں اور کیسے حج کی ابتدا ہوئی قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے۔

"اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ . فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ . وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ آل عمران 97-96)

"یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا ہے وہی تھا جو مکہ میں ہے تعمیر ہوا برکت والا گھر اور سارے جہاں والوں کے لئے (مرکز) ہدایت اس میں (اللہ کی) کھلی بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ مقام ابراہیم علیہ السلام ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہوجاتا ہے اسکو امن مل جاتا ہے"

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ط
(سورۃ العنکبوت 67)

"کیا لوگوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کیسا پر امن حرم بنایا ہے حالانکہ اسکے گردو پیش لوگ اچک لئے جاتے تھے"

یعنی جبکہ عرب میں دو ہزار برس تک ہر طرف لوٹ مار قتل و غارت گیری اور جنگ و جدل کا بازار گرم رہا۔ اس حرم میں ہمیشہ امن ہی رہا۔ حتیٰ کہ وحشی بدو تک اسکے حدود میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھ پاتے تو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نا کر پاتے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ - وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ - وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ - رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ - رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۃ البقرہ 129-125)

"اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرکز و مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور (حکم دیا کہ) ابراہیم علیہ السلام کے مقام عبادت کو جائے نماز بنالو اور ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو ہدایت کی کہ میرے گھر کے طواف کرنے والوں۔ اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو اور جب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ پروردگار اس جگہ کو پُر امن شہر بنادے اور یہاں کے باشندوں کو رزق بہم پہنچا۔ جو بھی ان میں سے اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے والا ہو۔ اور جب ابراہیمؑ اور سماعیلؑ اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو دعا کرتے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار ہماری اس کوشش کو قبول فرما تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ پروردگار اور تو ہم دونوں کو مسلم (اطاعت گزار) بنا اور ہماری نسل میں سے ایسی قوم اٹھا جو تیسری مسلم ہو اور ہمیں اپنی

عبادت کرنے کا طریقہ بتا اور ہم پر عنایت کی نظر رکھ کہ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

پروردگار اور تو ان لوگوں میں سے انہیں ہی کہ قوم سے ایک ایسا رسول بھیجو جو انہیں تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور انکے اخلاق درست کرے۔ یقینا تو بڑی قوت والا اور بڑا حکیم ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ۳۵ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ ج فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ ج وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۳۶ رَبَّنَاۤ اِنِّىۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ لا رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ (سورۃ ابراھیم 37-35)

"اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگار اس شہر کو پر امن شہر بنا دے اور مجھ کو اور میرے بچوں کو بت پرستی سے بچا پروردگار ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے جو کوئی میرے طریقے کی پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو کوئی میرے طریقے سے پھر جائے تو یقینا تو غفور رحیم ہے۔ پروردگار اپنی نسل کے ایک حصہ کو اس عزت والے گھر کے پاس اس بے آب گیاہ وادی میں لا بسایا ہے تا کہ اے پروردگار یہ نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دل میں ایسا شوق ڈال کہ وہ ان کی طرف کھنچ کھنچ کر آویں اور انکو پھلوں سے رزق پہونچا امید ہے کہ یہ شکر گذار بنیں۔

وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـئًا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ۔ وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ لِّيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ

وَيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِيۡۤ اَيَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ج فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ ۔ (سورۃ الحج 28-26)

"اور جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے اس گھر کی جگہ مقرر کی اس ہدایت کے ساتھ کہ کسی کو میرے ساتھ شریک نا کرنا اور میرے گھر کی طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھنا اور حکم دیا کہ لوگوں میں حج کی عام منادی کرو کہ تمہارے پاس آئیں خواہ پیدل آئیں یا دور دراز مقامات سے دبلی انٹنیوں پر آئیں تا کہ یہاں آکر دیکھیں کہ ان کے لئے کیسے کیسے دینی ودنیوی منافع ہیں۔اور ان چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے انکو دیئے ہوں اللہ کا نام لیں (یعی قربان کریں) اور اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست، محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں"

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رسالت اور عرب میں اسکے اثرات

سچائی یہ ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی اور اس گھر کو مرکز ومرجع قرار دیکر ہر سال اسکی طرف حج کرنے کا اذن عام لوگوں کو دیا وہی وقت تھا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے نصب پر سرفراز فرمایا تا کہ وہ عرب میں دین اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیں قرآن میں انکے متعلق فرمایا گیا۔

وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ۔ وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ص وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا

(سورۃ مریم 55-54)

''اور اس کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرو وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا وہ اپنے گھر والوں کو نماز، زکوۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا''

عہد جاہلیت میں کعبہ کی برکات

عرب میں کعبہ کی حیثیت محض مقدس عبادت گاہ کی نا تھی بلکہ اپنے مرکزیت اور اپنے تقدس کی وجہ سے وہی پورے ملک کی معاشی وتمدنی زندگی کا سہارا بنا ہوا تھا۔ حج وعمرہ کے لئے سارا ملک اسکی طرف کھینچ کر آتا تھا اور اسی اجتماع کی بدولت انتشار کے مارے ہوئے عربوں میں وحدت کا ایک رشتہ پیدا ہوجاتا تھا۔ مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لوگ باہم تمدنی روابط قائم کرتے۔ شاعری کے مقابلوں سے انکی زبان اور ادب کو ترقی نصیب ہوتی اور تجارتی لین دین سے سارے ملک کی معاشی ضروریات پوری ہوتیں۔ حرام مہینوں کی بدولت عربوں کو سال کا تہائی زمانہ امن کا نصیب ہوجاتا۔ بس یہی زمانہ ایسا تھا جس میں انکے قافلے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بسہولیت آتے جاتے تھے۔ قربانی کے جانور اور انکے گلے میں پٹے کی موجودگی سے قافلوں کی نقل وحرکت میں بڑی مدد ملتی تھی۔ کیونکہ نذر کی علامت کے طور پر جن جانوروں کی گردن میں پٹے پڑے ہوتے انہیں دیکھ کر عربوں کی گردنیں احترام سے جھک جاتیں اور کسی غارت گر قبیلے کو ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نا ہوتی تھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد خانۂ کی تولیت

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب تک زندہ رہے خانۂ کعبہ کی تولیت انکی ہاتھ میں رہی اور انکے بعد انکے بڑے بیٹے نائب متولی ہوئے۔ لیکن انکے بڑے بیٹے نائب متولی کے وفات کے بعد قبیلۂ جرہم کے لوگ جو کہ مکہ میں حضرت ہاجرہؓ کے وقت سے بسے ہوئے تھے اس گھر یعنی کعبہ کی تولیت پر قابض ہو گئے کیونکہ اولاد اسماعیل علیہ السلام کی تعداد کم تھی اور مکہ میں جرہمیوں کی تعداد کافی زیادہ ہوگئی تھی۔

آخرکار جب جرہمیوں کی زیادتیاں حد سے بڑھ گئیں تو بنی کنانہ میں سے بنی بکر بن مناف اور بنی خزاعہ میں سے خُبشان نے ملکران سے جنگ کی اور جرہمیوں کو مکہ سے نکال دی۔ چلتے چلتے جرہمیوں نے خانۂ کعبہ کا خزانہ زمزم میں ڈال کر اور پھر زم زم کو بند کر کے زم زم کا نام نشان تک مٹا گئے اور اپنے وطن یمن کا راستہ لیا اسکے بعد خانہ کعبہ کی تولیت بنی خزاعہ کی اس شاخ کی قبضے میں آ گئی جو خُبشان کے نام سے موسوم ہے۔ قریب تین چار سو برس وہی لوگ اس مقدس خانۂ کعبہ کے متولی رہے اور ان ہی کے زمانے میں خانۂ کعبہ ایک پورا بت خانہ بن گیا کعبہ کی تولیت پر خزاعہ کا قبضہ اسوقت ختم ہوا جب قریش میر، اسے قصی بن کلاب نے اسے اپنے خزاعی اخسر سے حاصل کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسبت نامہ اور قبائل عرب سے آپکا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ

عدنان کے بعد تمام ان قبائل عرب کا نسب نامہ محفوظ ہے جو اولادِ عدنان میں سے ہیں اور اس میں تمام علمائے دین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہم یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجرہ درج کرتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۂ بن کعب بن لووی بن غالب بن فہر بن مالک بن بن النصر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن حضر بن نزار بن سعد بن عدنان۔

قریش

علمائے دین کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ النضر بن کنانہ ہی کا لقب قریش تھا۔لیکن محققین کہتے ہیں قریش کا دراصل النضر کے پوتے اور مالک بن نضر کے بیٹے فہر کا لقب تھا۔ جو لوگ اسکی اولاد ہیں وہ قریش میں شامل ہیں بخاری میں عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ "قریش کے ہر خاندان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نا کوئی رشتہ ضرور تھا"

قریش کا مکہ میں اکٹھا ہونا اور کعبہ کی تولیت حاصل کرنا

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مکہ میں جرہم کے تسلط کے بعد اولاد اسماعیل علیہ السلام عرب کے مختلف خطوں میں منتشر ہو گئی تھی یہی کیفیت بنی خزاعہ کی ایک شاخ خُبشان کی

تولیت کعبہ دور میں بھی رہی۔ بنی اسماعیل علیہ السلام کی دوسری شاخوں کی طرح قریش بھی بنی کنانہ کی مختلف بستیوں میں بکھرے ہوئے تھے اور انکا بہت تھوڑا حصہ مکہ میں آباد تھا۔

400ء کے لگ بھگ زمانے میں قصیٰ بن کلاب کے ہاتھوں یہ صورت حال ختم ہوئی اور مکہ قریش کے قبضہ میں اور خانۂ کعبہ قریش کی تولیت میں آ گیا۔

کچھ عرصہ بعد قریش کے گھرانوں میں نااتفاقی بڑھ گئی اور اور اس طرح خانہ جنگی کی نوبت آنے کے پہلے ان میں آپس میں تصفیہ ہو گیا اور پھر تھوڑے عرصے کے بعد آپس کے رائے مشورہ کے مطابق پوری منصب ہاشم کو دے دیئے۔

ہاشم

ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا۔ ہاشم کا لقب انکو اس وقت دیا گیا جب مکہ میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا اور عمرو نے شام سے غلہ لا کر روٹیاں پکوائیں اور بہت سارے اونٹ کے گوشت کا سالن بنوا کر روٹیوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑ کر اور اسے بالکل ملا کر مکہ کے لوگوں کو کھلایا۔ ہَشم کے معنیٰ توڑنے اور کچلنے کے ہیں۔ روٹیوں کو توڑ کر سالن میں ملیدہ بنا ملانے کی وجہ سے انکو ہاشم کہا جانے لگا۔

ہاشم کا قائدہ یہ تھا حج کا زمانہ آتے ہیں حاجیوں کو کھانا کھلاتے اور پانی پلانے کا انتظام کرتے تھے۔ اس پر قریش کے سارے خاندانوں سے چندہ آتا تھا اور خود ہاشم زر کثیر اپنے پاس کے خرچ کرتے پھر چمڑے کے بڑے بڑے حوضوں میں مکہ کی سارے کنوؤں سے پانی لا لا کر ان میں حاجیوں کے لئے بھرا جاتا۔

وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ہ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۔ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۔ ۔(سورۃ الفیل)

"تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے اسکی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیج دیئے جو انکے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے پھر انکا حال یہ کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھونسا"

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا کہ پرندوں کی لشکر نے سنگریزے سے مار مار کر ابراہہ کی لائی ہوئی 60 ہزار حبشی فوج کو تباہ برباد کر دیا۔

اس سے کعبہ کے بیت اللہ ہونے پر تمام اہل عرب کا ایمان و یقین پہلے سے بہت زیادہ مضبوط ہو گیا اسکے ساتھ قریش کی دھاک بھی ملک بھر میں پہلے سے زیادہ بیٹھ گئی اب عربوں کو یقین ہو گیا کہ ان لوگوں پر اللہ کا فضل خاص ہے وہ بغیر ڈرے عرب کے ہر حصے میں جاتے اور تجارتی قافلے لے کر ہر علاقے سے گزرتے کسی کی یہ جرأت نا تھی کہ کوئی انکو چھیڑتا۔

عبدالمطلب بن ہاشم

ہاشم اپنے تجارتی سفروں کے سلسلہ میں اکثر شام جاتے ہوئے مدینہ میں ٹھہرا کرتے تھے۔ وہاں قبیلہ خزرج کی ایک لڑکی سے شادی کر چکے تھے۔ ایک اور دوسری سفر میں ہاشم نے قبیلہ خزرج ہی کے ایک خاندان کی نوجوان اور خوبصورت لڑکی سلمیٰ بنت عمر بن

زید سے شادی کر لی اور وہیں اس خاتون سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب تقریباً 495ء میں پیدا ہوئے۔ جوانی کے عمر میں پہنچنے تک یہیں مدینہ میں رہے اور بعد میں مکہ آ گئے۔

عبدالمطلب کا زم زم کو از سر نو بر آمد کرنا

یہ فخر بھی حضرت عبدالمطلب کو ہی حاصل ہوا کہ زم زم جسے جُرہم قبیلہ بند کر کے اسکا نام ونشان تک مٹا گئے تھے۔ ان ہی یعنی حضرت عبدالمطلب کے ہاتھوں ہی بر آمد ہوا۔ محمد بن اسحاق نے حضرت علیؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ خواب میں جناب عبدالمطلب کو زم زم بر آمد کرنے کا مقام بتایا گیا اور انکو ہدایت کی گئی کہ اس جگہ کو کھود کر مقدس کنواں زم زم بر آمد کر لیں اس پر جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے حارث کو لیکر اس جگہ پر پہنچ کر کھدائی شروع کی جب پانی یعنی زم زم نمودار ہوا تو عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے قریش کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ زم زم نکل گیا۔

عبداللہ بن عبدالمطلب

جناب عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے جس میں جناب عبداللہ سب سے خوبصورت اور باپ کے سب سے زیادہ پیارے بیٹے تھے۔ جب عبداللہ بن عبدالمطلب 25 سال کے ہوئے تو انکے والد جناب عبدالمطلب نے انکی شادی بنی زہرہ بن کلاب کے سردار

وہب بن عبد بن مناف کی صاجزادی حضرت آمنہ خاتون سے کردی۔ جو اپنی قوم کی بہترین لڑکیوں میں شمار ہوتی تھیں۔ چند مہینوں کی ازداجی زندگی گزارنے کے بعد جب کہ بی بی آمنہ حاملہ تھیں جناب عبداللہ ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ فلسطین کے شہر غزہ گئے اور وہاں سے واپسی پر جب مدینہ پہنچے تو بیمار ہو گئے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''تم لوگ مکہ واپس جاؤ اور میں اپنی دادی کی خاندان بن عدی بن نجار میں ٹھہرتا ہوں ایک ماہ وہاں جناب عبداللہ ٹھہرے تھے کہ وہیں انکا انتقال ہو گیا اور دار النسا بغتر الجعدی میں دفن کر دیئے گئے۔ ساتھیوں نے مکہ پہنچ کر جب عبدالمطلب کو جناب عبداللہ کی بیماری کی خبر دی تو عبدالمطلب نے فوراً اپنے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ بھیجا مگر انکے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی جناب عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بطن مادر میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اسی چیز کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ''الم یجدك یتیماً فاوی'' یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا''

جناب عبداللہ بن عبدالمطلب اور سردار وہب بن عبد بن مناف کی صاحبزادی حضرت آمنہ خاتون ہیں۔ نیک صالح اور اپنے قوم کی بہترین لوگوں میں سے تھے جن سے عالم کو رحمت العالمین خاتم النبین۔ امام الانبیاء محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے۔ جن پر تمام عالم شب و روز سلام و درود بھیجتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥

سلسلة

صلى الله عليه وسلم